www.khanqah.in

Visit us at: www.khanqah.in

ہفتہ وار

# مبلغ

اشاعت کا چودھواں سال

14th year of Publication

The Weekly **MUBALLIG**

Srinagar Kashmir

سرینگر کشمیر

قیمت صرف 3 روپے

04/اکتوبر 2013ء جمعۃ المبارک 27 ذوالقعدۃ ۱۴۳۴ھ جلد نمبر: 14 شمارہ نمبر: 36

حضرت شیخ نورالدین نورانیؒ چھِ فرماوان:

دارَس دۄ دُر ژام ژٕنڈِنہٕ نِس
سوارَس دُلدُل آم تھکانو
نارَس کیٛاہ کرِ تتہِ دوزٕخہ نِس
وَتھ راو أنِس ژٕن تٕہ میٛانہِ پانو

میری صنوبر بدن کو دُنیا پرستی کی سینک لگ گئی۔ میرے بدن کی سواری اب تھک کر چور ہوگئی۔ ڈرتا ہوں کہ دوزخ میں میرا کیا حشر ہوگا۔ اے میرے نابینا وجود تو غفلت وسرکشی کے عالم میں راستہ ہی کھو بیٹھا ہے، راستہ پانے کی فکر تو کرلے۔

**ضروری گذارش:** محترم قارئین کرام! یہ اَخبار عام اخباروں کی طرح نہیں، اسلئے اس کا اَدب واحترام ہمیشہ قارئین پرواجب ہے۔ مدیر

# مغربی ممالک اِسلام سے خوفزدہ کیوں؟

محمد اللہ قاسمی۔ شعبہ انٹرنیٹ دارالعلوم دیو بند

ابھی پون صدی قبل جب کہ پوری دنیا میں برطانوی شہنشاہیت کا ڈنکا بج رہا تھا اس وقت برطانوی بڑے فخر سے کہا کرتے تھے کہ ہماری حدود سلطنت میں کبھی سورج غروب نہیں ہوتا (گو آج اس کا یہ حال ہو کہ وہاں کبھی سورج دکھائی نہ دیتا ہو)۔ اس وقت ایک مسلمان یورپ وامریکہ سے اس قدر خائف ومرعوب تھا کہ وہ سوچ تک نہیں سکتا تھا کہ وہ ان حکمراں اقوام کی سرزمین پر اپنی بستیاں بسائے گا اور ان کو اپنے مذہب کی طرف دعوت دے گا۔ مسلمان ایک طرف ان کی سائنسی ترقی سے مرعوب تھے تو دوسری طرف ان کی سامراجیت سے دم بخود۔ لیکن آخر کار برطانوی شہنشاہیت کا طلسم ٹوٹا اور سارے مسلم آبادی والے ممالک ایک ایک کر کے آزاد ہوتے گئے۔ دوسری عالمی جنگ کے نتیجے میں ایشیا وافریقہ پر فرانس اور دیگر یورپی اقوام کی گرفت بھی ڈھیلی ہوئی اور سارے غلام ممالک آزادی کی نعمت سے ہمکنار ہوتے گئے۔ گو ایک طرف سوویت یونین کا عفریت وسط ایشیا پر اپنا آہنی پنجہ گاڑے رہا لیکن عالم اسلام کے اکثر حصوں میں ایک طویل نیند اور قیامت کی بے ہوشی کے بعد بیداری اور ترقی کی لہر پیدا ہوگئی تھی۔ مسلمان اعلی عصری تعلیم کی طرف مائل ہونے لگے تھے اور استعماریت کی تخریب کاریوں کی تلافی میں سرگرم ہو چلے تھے۔ کچھ تو استعماریت کا شاخسانہ تھا کہ اعلی تعلیم یافتہ سے لے کر مزدور مسلمان یورپ وامریکہ کی طرف ہجرت کر رہے تھے اور کچھ تعلیم وغیرہ کے لیے نقل مکانی کر رہے تھے۔ یہ رجحان بیسویں صدی کے نصف اخیر میں کافی شدت اختیار کر گیا۔ جس کی وجہ سے دیکھتے دیکھتے یورپ وامریکہ میں مسلمانوں کی تعداد بڑھنے لگی۔ نیز عالم اسلام میں پیدا ہونے والی بیداری کی وجہ سے مسلمانوں میں دینی دعوت کا مزاج اور علیحدہ شناخت کا تصور عام ہوتا گیا۔ اس سے بھی مسلمانوں کو یورپ امریکہ کی سرزمین پر بہت سے ہمنوا ملتے گئے جن سے ان کی عددی طاقت میں اضافہ ہوتا گیا۔ آج صورت حال یہ ہے کہ امریکہ میں اسی لاکھ، فرانس میں ساٹھ لاکھ، برطانیہ میں بیس لاکھ، اس کے علاوہ کناڈا، جرمنی اور یورپ کے دیگر ملکوں میں مسلمانوں کی اچھی خاصی تعداد موجود ہے۔ گذشتہ چند دہائیوں کے اندر ہی یورپ کے قلب میں البانیہ، بوسنیا، ہرزیگوونیا جیسی مسلم ریاستیں اور مقدونیہ وبلغاریہ جیسی کثیر مسلم آبادی والی ریاستیں وجود میں آچکی ہیں۔ چناں چہ یورپ وامریکہ جہاں ہمیشہ سے عیسائی ویہودی کلچر موجود تھا اب وہاں اسلام ایسی صورت حال اختیار کر گیا ہے کہ اسے کسی بھی صورت میں نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔

۱۱/ستمبر کو امریکہ پر حملوں کا ایک مثبت پہلو یہ رہا کہ مسلمان ایک بار پھر موضوع بحث بن گئے۔ پنٹاگن اور ڈبلیو ٹی سی پر حملہ آوروں کا مذہب، تہذیب اور ان کی تعلیم پوری دنیا خصوصاً امریکہ ویورپ کی عوام کی توجہ ودل چسپی کا محور بن گئی۔ تاریخ میں پہلی بار بھاری تعداد میں قرآن کریم کے نسخے امریکی ویورپی مارکٹوں میں کثرت سے بکے اور ختم ہوگئے۔ یونیورسٹیوں میں اسلام اور مسلمانوں کے متعلق پی ایچ ڈی کرنے والوں کا تانتا لگ گیا اور یورپ وامریکہ کے سیکڑوں اداروں نے اسلامک اسٹڈیز کے شعبے قائم کیے۔ اسلام یورپ وامریکہ میں پہلے ہی سے پنپ رہا تھا، ان حالات نے اسے کسی قدر مناسب آب وہوا پہنچادی کہ اس کے پھلنے پھولنے کے ذرائع خود پیدا ہوگئے۔ اس لیے آج یہ بات واضح ہوچکی ہے کہ مغرب میں اسلام سب سے زیادہ مقبول اور تیزی سے پھیلنے والا مذہب بن گیا ہے۔ گو مسلمانوں میں اکثر تعداد ان کہ ہے جو آبائی طور پر مسلمان ہیں اور مستقل وہیں سکونت اختیار کرلی ہے لیکن ان میں امریکی ویورپی مسلمانوں کی بھی اچھی خاصی تعداد شامل ہے۔

مشرق سے مغرب کے خوف کی تاریخ کافی پرانی اور عیسائیت واسلام کی چشمک کی جڑیں خاصی گہری ہیں۔ عہد فاروقی ہی میں مسلمانوں نے عیسائیت ویہودیت کے سب سے بڑے مرکز یروشلم وشام وغیرہ کو فتح کرلیا تھا۔ دوسری صدی ہجری میں مسلمان یورپ کے آخری مغربی سرے پر اندلس میں اسلامی حکومت کا علم لہرا چکے تھے جس میں آج کا پورا اسپین اور پرتگال وفرانس کا بڑا حصہ شامل تھا۔ وہ تو فرانس کے کچھ جیالوں نے مسلمان فوجوں کا راستہ روک دیا تھا ورنہ نہ جانے یہ طوفان کب کا پورے یورپ کو اپنی لپیٹ میں لے چکا ہوتا۔ بعد میں سلطان محمد فاتح رحؒ نے قسطنطنیہ فتح کیا جو کہ روم کے بعد دنیا کا سب سے بڑا عیسائی مرکز تھا۔ اور صلیبی جنگوں کا حال تو سب کو معلوم ہے جب اسلام وعیسائیت کی طویل ترین جنگ میں ایوبی حکمت وفراست نے عیسائیوں کو دھول چاٹنے پر مجبور کردیا۔ اسلام اور عیسائیت کے درمیان اس طویل کشمکش نے تاریخی حیثیت اختیار کرلی۔ صلیبی جنگوں کے گہرے زخم آج بھی اہل یورپ کے دل ودماغ میں اس قدر تازہ ہیں کہ عیسائی والدین، اساتذہ، میڈیا اور سیاست داں اسے اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے تئیں اپنے جذبات کو اپنی نئی نسل تک بحفاظت پہنچائیں۔

صلیبیوں نے گو فوجی ودفاعی میدان میں اپنی شکست تسلیم کرلی لیکن ثقافتی وتہذیبی جنگ انھوں نے جاری رکھی۔ عداوت ونفرت کی اس آگ کو نام نہاد محققین اور مستشرقین نے خوب ایندھن فراہم کیا اور مزعومہ تحقیق (Research) کے پس پردہ اسلامی تاریخ کو مسخ کرنے اور مسلمانوں کے خلاف نفرت پھیلانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اٹھارہویں صدی میں یورپ کے اندر برپا ہونے والے اقتصادی انقلاب نے انھیں مزید وسائل سے مالا مال کردیا جس سے مغربی حکومتوں نے خاطر خواہ فائدہ اٹھایا۔ ذرائع ابلاغ کی ترقی کے بعد اس مشن میں کافی تیزی آگئی۔ اسی دوران ایک اہم واقعہ یہ رونما ہوا کہ برطانیہ نے فلسطین میں جو کہ اس کی نوآبادیات تھا ایک ناجائز اسرائیلی ریاست قائم کردی اور یہودیت وعیسائیت کی روایتی وتاریخی کشمکش کو مسلمانوں کی طرف پھیر دیا۔ یہودیوں کو، جنھیں تاریخ میں ہمیشہ مسلمانوں کے ہی دامن عافیت میں امن وسکون کی زندگی نصیب ہوئی، بڑے شدومد کے ساتھ یہ باور کرادیا گیا کہ مسلمان ہی ان کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔

عالم عیسائیت اگرچہ فوجی محاذ پر اسلام کو نہ مٹا سکا لیکن اس کا اندازہ تھا کہ وہ اپنے جھوٹے پروپیگنڈوں، تہذیبی یلغار اور ثقافتی جنگ میں مسلمانوں پر ضرور غالب آئے گا۔ لیکن آج صورت حال یہ ہے کہ اسلام ہر محاذ اور ہر میدان میں عیسائیت کے مدمقابل کھڑا ہوا ہے۔ سوویت یونین کے تار وپود بکھر جانے کے بعد اگر کوئی سیاسی، اقتصادی، سماجی اور اخلاقی نظام ہے جو عیسائیت اور مغربیت کو چیلنج کر سکے تو وہ صرف اور صرف اسلام ہے۔ آج اسلام، مسلمانوں خصوصاً عربوں کے خلاف نفرت وعداوت کا جو بازار گرم ہے وہ اسی Islamophobia (اسلام سے خوف کی بیماری) کا ایک حصہ ہے۔ اگر آج مغربی دنیا اسلام سے خائف ہے تو اس کا یہ خوف بے بنیاد نہیں۔ اگر وہ طالبان کی کمزور حکومت سے خائف تھی تو محض اس لیے کہ وہ ایک مضبوط تر سیاسی نظام کے قائل تھے۔ اگر آج سوڈان پر پابندیاں عائد ہیں تو محض اس لیے کہ وہ ایک علیحدہ معاشی نظام کو فروغ دینا چاہتے ہیں۔ اگر آج عالم عرب، ایران، اور برصغیر ہند کی دینی تعلیم گاہیں اور ادارے مغربی ملکوں کو ایک آنکھ بھی نہیں بھاتے تو اس کے علاوہ اس کی اور کیا وجہ ہے کہ یہ ایک صالح اور تعمیری سماجی واخلاقی نظام کے نقیب ہیں۔

وہ دیکھ رہے ہیں کہ آج مسلمانوں کی تعداد ڈیڑھ ارب ہے۔ روئے زمین کی مجموعی آبادی کا چوتھا حصہ مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ یہ دنیا کے ایک بڑے رقبے پر آباد ہیں۔ ۵۴ ملین مربع میل کا ایک چوتھائی حصہ ان کے قبضے میں ہے اور روئے زمین کے سرسبز وشاداب خطے ان کی سکونت میں ہیں جنھیں تقریباً تمام قدیم تہذیبوں کا مرکز ومحور ہونے کا شرف حاصل ہے۔ عالم اسلام زمین کے ایک اہم اور وسیع رقبے پر مشتمل ہے۔ جنوبی خط استوا سے پھیلتے ہوئے وسط ایشیا میں ۵۵ خط عرض سے بھی زائد حصے اس کی قدرت وتصرف میں ہیں۔ مختلف آب وہوا کے تین منطقے مسلمانوں سے آباد ہیں۔ منطقۂ حارہ کا منتشر حصہ، منطقۂ صحراویہ اور منطقۂ متوسطہ ان کی تگ وتاز اور بود وباش کا مرکز ہے۔ اسی لیے عالم اسلام کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس خطے میں متنوع نباتات پائی جاتی ہیں اور زراعتی پیداوار کی نوع بنوع اقسام یہاں موجود ہیں۔ فوجی میدان میں اسلحہ کی طاقت کے اعتبار سے عالم اسلام گو بہت پیچھے ہے لیکن افراد ووسائل کے لحاظ سے اس کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ فوجی وسائل میں پہلے نمبر پر پٹرول ہے جس کی پیداوار کا تناسب عالمی پیداوار کے مقابلہ میں ۶۰٪ ہے اور زیر زمین ذخائر (Oil-reserves) عالمی ذخائر کے مقابلے میں ۸۰٪ سے بھی زیادہ ہیں۔ عالمی پیداوار کے مقابلہ میں عالم اسلام میں ۱۵٪ لوہا، ۲۵٪ تانبہ، ۴۰٪ کروم کی معدنیات، ۵۶٪ رانگا، ۴۳٪ المونیم، ۱۰٪ سیسہ، ۲۵٪ فاسفیٹ اور دوسری بہت سی معدنیات پائی جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ اہم ترین آبی گذرگاہیں جو تجارت ودفاع وغیرہ میں نہایت اہم کردار ادا کرتی ہیں وہ سب عالم اسلام میں واقع ہیں۔ بحر ابیض متوسط//

بقیہ صفحہ 6 پر......

# وہ تھے اور آج ہیں......!

حافظ مشتاق احمد۔کولگام

محمد، مصر کے گورنر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے، انہوں نے ایک دن کسی بات پر ایک عام مصری شہری کی پٹائی کر دی اور نجانے کیسے ان کی زبان سے یہ الفاظ بھی نکل گئے: ''میں بڑوں کی اولاد ہوں!'' وہ مصری عدلِ فاروقی سے بھی آگاہ تھا اور شہریوں کو اسلام کے دیئے ہوئے حقوق سے بھی باخبر تھا، وہ سیدھا مدینے جا پہنچا اور اپنے اوپر ہونے والی زیادتی کی شکایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کر دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے تو شاہی مہمان کے طور پر اپنے پاس ٹھہرا لیا اور حضرت عمرو ابن عاص رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے کو مصر سے بلا کر مجلس قصاص میں طلب کیا۔ جب دونوں باپ بیٹا مجلس قصاص میں پیش ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بلند آواز میں فرمایا:

''مصری کہاں ہے؟ لے یہ دُرّہ اور بڑوں کی اولاد کو مار۔!''

مصری اُنہیں مارتا جاتا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے جاتے تھے: ''بڑوں کی اولاد کو مار'' جب وہ جی بھر کے اُنہیں مار چکا اور دُرّہ، امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کو واپس کرنے لگا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: ''عمرو بن عاص کی چندیا پر بھی مار! خدا کی قسم! ان کا بیٹا تجھے ہرگز نہ مارتا، اگر اسے باپ کے اقتدار کا گھمنڈ نہ ہوتا۔''

حضرت ابن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اے امیر المؤمنین! آپ بھرپور سزا دے چکے ہیں''۔ اور مصری نے کہا: ''اے امیر المؤمنین! جس نے مجھے مارا تھا میں نے اس سے بدلہ لے لیا۔'' حضرت عمر رضی اللہ نے فرمایا: ''قسم ہے خدا کی! اگر تو ابن عاص رضی اللہ عنہ کو مارتا تو میں اس وقت تک بیچ میں نہ آتا جب تک خود ہی اپنا ہاتھ نہ روک لیتا۔'' اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر یہ تاریخی جملہ اِرشاد فرمایا: ''عمرو! تم نے لوگوں کو کب سے غلام بنا لیا ہے، ان کی ماؤں نے تو اُنہیں آزاد جنا تھا۔''

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ عوام میں اس وقت تک بگاڑ پیدا نہیں ہوتا جب تک اُن کے پیشوا اور رہنمان اُن سے سیدھے رہتے ہیں۔ ایک اور جگہ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جب تک راعی (یعنی حاکم) اللہ کی راہ میں چلتا رہتا ہے، رعایا اس کے پیچھے پیچھے چلتی ہے لیکن جہاں اس نے پاؤں پھیلائے، رعایا اس سے پہلے پاؤں پھیلا دیتی ہے۔''

اسی لئے جو حیثیت وہ رعایا کے مقابلے میں عمّال کی سمجھتے تھے وہی حیثیت عمّال کے مقابلے میں اپنی سمجھتے تھے، یعنی جس طرح عامل اپنے محکوموں کا ذمہ دار تھا اسی طرح وہ اپنے عمّال کے ذمہ دار تھے، ذمہ داری کے احساس کو حضرت عمرؓ نے اپنے اس فقرے میں واضح کیا ہے:

''اگر کوئی حاکم کسی کو ہدفِ ستم بنائے اور اسکی اطلاع مجھ تک پہنچ جائے لیکن میں اسکے بعد بھی اس عامل کو تبدیل نہ کروں تو اسکے معنی یہ ہوں گے کہ اس شخص پر ظلم میں نے کیا ہے۔'' ایک دِن آپ نے حاضرین سے فرمایا: ''کیا تم سمجھتے ہو کہ اگر میں نے اپنے علم کے مطابق بہترین آدمی کو تم پر حاکم مقرر کر کے اسے عدل کا حکم دے دیا تو میں اپنے فرض سے عہدہ برآ ہو گیا۔'' لوگوں نے کہا: ''جی ہاں!'' فرمایا: ''نہیں! اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک میں یہ نہ دیکھ لوں کہ جو کچھ میں نے حکم دیا تھا اس پر عمل کیا جا رہا ہے یا نہیں۔''

اللہ کے حضور جوابدہی کے خوف اور رعایا کے حقوق کے احساس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سمیت تمام خلفاء کو ایسا حسّاس اور چوکنّا بنا دیا تھا کہ دینی یا دُنیاوی کسی بھی اعتبار سے بڑی سے بڑی شخصیت کو اسلامی مملکت کے کمزور سے کمزور فرد پر زیادتی کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ اپنے حال کو دیکھتے ہوئے یہ دعویٰ بڑا عجیب سا لگتا ہے کہ مسلمانوں نے اپنے دَورِ عروج میں ایسی مثالی حکمرانی بھی کی ہے کہ جس کی مثال آج کی متمدن اور ترقی یافتہ دُنیا کی کوئی بھی فلاحی اور عادل حکومت پیش نہیں کر سکتی، لیکن ہمارے پاس جو کچھ ہے ہم اسے حرفِ رابطہ ''تھے'' کے ساتھ ہی پیش کر سکتے ہیں، مگر ''ہیں'' کے ساتھ بیان کرنے کیلئے ہمارے پاس اپنے حکمرانوں کی اداؤں میں سے کوئی ایک مثالی اَدا بھی نہیں ہے۔ کسے یقین آئے گا کہ ہم پر ایسے حکمران بھی گذرے ہیں جو یتیم بچیوں کی بکریوں کا دودھ دوھ دیا کرتے تھے، جو بیواؤں کے گھر پانی بھر دیا کرتے تھے، جنہیں پرانے کپڑوں میں کفن دیا جاتا تھا، جو اہل علم وتقویٰ سے مشورہ کئے بغیر ایک قدم بھی نہیں اُٹھاتے تھے، جن سے برسرِ منبر رعایا کا ایک عام فرد بھی سوال کر لیا کرتا تھا کہ قمیص کا کپڑا آپ نے کہاں سے لیا تھا؟ جو رعایا کے دُکھ درد احساس کیلئے خود بھوکے پیاسے رہتے تھے، جن سے پوچھا جاتا تھا کہ اللہ کے مال میں سے آپ کیلئے کیا جائز ہے؟ تو وہ فرماتے تھے: ''کپڑوں کے دو جوڑے، ایک جاڑے کا اور دوسرا گرمی کا، حج اور عمرہ کیلئے ایک احرام، اور میرے اور میرے اہل وعیال کیلئے فی کس اتنا کھانا جو قریش کے ایک آدمی کی خوراک ہے، نہ اس سے زیادہ نہ اس سے کم، اس کے بعد میں مسلمانوں کا ایک فرد ہوں جو ان کا حال سو میرا حال۔''

ان کیلئے حکومت وخلافت پھولوں کا سیج نہیں، کانٹوں کا بستر تھی، جب سب سو رہے ہوتے تھے وہ بازار میں گھوم پھر کر پہرہ دیا کرتے تھے، اگر صدقے کا کوئی اونٹ بھاگ جاتا تھا تو اسے تلاش کرنے کیلئے امیر المؤمنین مارے مارے پھرتے تھے، اگر کوئی شہری یا دیہاتی اُن پر دعویٰ کر دیتا تو مدعی کے ساتھ انہیں بھی نہ صرف یہ کہ عدالت میں حاضر ہونا پڑتا تھا بلکہ کمرۂ عدالت میں اُنہیں کسی بھی اعتبار سے امتیازی حیثیت نہیں دی جاتی تھی اور قاضیوں کو اس اَمر کی تعلیم اور تاکید خود وقت کے حکمران کی طرف سے کی جاتی تھی۔ یاد ہوگا کہ ایک مرتبہ حضرت عمر اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما کے درمیان تنازع پیدا ہو گیا تھا، جسے چکانے کیلئے وہ خلافت کی عدلیہ کے جج حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی عدالت میں حاضر ہوئے، ان کی آمد پر حضرت زید رضی اللہ عنہ نے از راہِ عزتِ خلیفہ کو نشست پیش کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تم نے ظلم سے ابتداء کی ہے۔ میں تمہارے پاس ایک سائل کی حیثیت سے حاضر ہوا ہوں۔'' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے سامنے اپنے فریق مخالف کے برابر بیٹھ گئے۔

مسلمان خلفاء اور حکمرانوں کی یہی وہ ادائیں تھیں جن کی وجہ سے عوام میں اُنہیں پدرانہ حیثیت حاصل ہو گئی تھی، وہ ان سے باپ جیسی محبت رکھتے تھے اور وہ بھی عوام کو اولاد کی طرح سمجھتے تھے، یہ تو ممکن تھا کہ ان کی حقیقی اولاد میں سے کوئی بھوکا سو جائے//

بقیہ صفحہ 7 پر......//

## سواءُ السبیل میں قربانی کا نظم

دارالعلوم سواءُ السبیل کھانڈی پورہ کولگام جو کہ وادی کشمیر کا معروف ادارہ ہے۔ یہاں ہر سال قربانی کا نظم ہوتا ہے، اور امسال بھی قربانی کا نظم رکھا گیا جو حضرات خود قربانی نہ کر سکتے ہیں، یا اپنے عزیز واقربا کیلئے برائے ایصالِ ثواب قربانی کرنا چاہتے ہوں تو اُن کو بذریعہ اخبار مطلع کیا جاتا ہے کہ 15 اکتوبر 2013 تک ہی دارالعلوم سواءُ السبیل کھانڈی پورہ میں بڑے جانور کے حصہ کیلئے -/Rs.2000 روپے اور بھیڑ یا بکرا کیلئے -/Rs.7000 روپے بھیج دیں، تو ان کی قربانی مدرسہ ھذا میں ہی کرائی جائے گی۔ رابطہ کیلئے ڈائیل کیجئے: 9906546004, 9906912150

# ADMISSION OPEN

SAWA-US-SABEEL EDUCATIONAL INSTITUTE KHANDIPORA KULGAM

**"SUCCESS OF BOTH THE WORLDS"**

"Committed to the Excellence"

"Under the guidance of Maulana Hamidullah Sahib Damat Barkatuhum"

The School offers admission from Class Nursery to 10th (Boys & Girls) for the academic session 2013-14.

**Salient Features:**

1. Complete and obligatory veil (Pardah) for girls from class 6th onwards.
2. The School starts functioning with the "Tilawat- e- Qur'an" and "Deen kee Batein".
3. Memorization of Qur'an and Hadith with english translation.
4. Eco- friendly and pollution free brand location.
5. Learning by doing, activity based methods of teaching - learning.
6. Features that make learning fruitful and enjoyable.
7. Well Qualified, experienced, committed and trained faculty of teachers to give your children the best academic base.
8. Science, Mathematics, Computer Science with state of the art labs and library.
9. Special measures for orphans, poor and deserving students.
10. Affordable fee structure.
11. Advisory board of qualified scholars from Islamic and academic fields.
12. Periodic check- up by a board of expert doctors.
13. Boarding facility for boys only.

So rush now to get your Wards admitted at the earliest.

**Principal**
**DUSSEI Khandipora Kulgam**

For more details contact **Cell No's: 9906431306, 9622627265**

www.khanqah.in

www.khanqah.in



ہفتہ وار
مبلغ
سرینگر کشمیر

04/اکتوبر 2013ء جمعۃ المبارک

# یہ زمانہ خطرے کا ہے......!

ابوعینیہ کے آزاد کردہ غلام واصل کہتے ہیں کہ مجھ کو یحیٰ ابن عقیل نے ایک صحیفہ دے کر یہ کہا کہ یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک تقریر ہے، جو آپ ہر جمعرات کو اپنے تلامذہ کے سامنے ارشاد فرمایا کرتے تھے، اس صحیفہ میں یہ تحریر تھا کہ ''عنقریب لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں: ''نمازوں سے غفلت برتی جائے گی۔ اونچی اونچی بلڈنگیں بنائی جائیں گی۔ جھوٹی قسموں کی کثرت ہوگی۔ ایک دوسرے پر لعن طعن عام ہوجائے گا۔ رشوت خوری پھیل جائے گی۔ زنا کاری عام ہوجائے گی۔ اور آخرت کو دُنیا کے بدلہ میں بیچا جانے لگے گا۔'' اس کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ جب تمہارے سامنے یہ باتیں پیش آجائیں تو تم خطرات سے بچنے کا اہتمام کرنا، آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے پوچھا گیا کہ بچاؤ کس طرح ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا کہ تم اپنے گھروں میں خانہ نشین ہوجانا (یعنی بلا ضرورت گھر سے باہر مت نکلنا) اور اپنی زبان اور ہاتھ کو روک کر رکھنا'۔

افسوس ہے کہ جن باتوں کی طرف صحابیٔ رسول سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ توجہ دلا کر ان سے بچنے کی تلقین فرماتے تھے، ہمارے زمانہ میں وہ سب باتیں واقعات بن چکی ہیں۔ اور پورا معاشرہ دینی اعتبار سے خطرات میں گھر چکا ہے۔

آج جس کے پاس بھی پیسہ ہے، وہ ضروری اور غیر ضروری تعمیرات پر اسے بے دریغ خرچ کر رہا ہے، جس شہر میں چلے جایئے نت نئی ڈیزائنوں کی بلڈنگیں جابجا نظر آئیں گی، اس معاملہ میں اس قدر اسراف ہو رہا ہے جو نا قابل بیان ہے، بڑے بڑے سرمایہ دار جو دینی ضرورتوں میں چند روپیہ دیتے ہوئے بھی جھجکتے ہیں اور کئی حیلے بہانے بناتے ہیں وہ اپنی ذاتی تعمیرات میں بلا جھجک اور بلا ضرورت بے حساب رقم خرچ کر دیتے ہیں اور انہیں احساس بھی نہیں ہوتا کہ ہم کتنی بڑی فضول خرچی کے مرتکب ہو رہے ہیں، آج کل تعمیرات میں تنوع بھی ایک مستقل فیشن بھی گیا ہے، ہر مالدار یہ چاہتا ہے کہ اس کا گھر اس ڈیزائن کا بنے جیسا آج تک دنیا میں کسی نے نہ بنایا ہو، یہ سب شوخیاں اور شوبازیاں اللہ تعالیٰ کو اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو بالکل پسند نہیں ہیں، پیغمبر اسلام صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ جس کی رقومات کو ضائع کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے پیسہ کو مٹی گارے (تعمیرات) میں خرچ کرا دیتا ہے''۔ نیز آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یہ بھی ارشاد فرمایا ''ضرورت سے زائد تعمیر اس کے مالک کیلئے آخرت میں وبال کا باعث بنے گی''۔ اسلئے بلا ضرورت تعمیر کوئی خوشی اور مسرت کی چیز نہیں بلکہ ایک مستقل وبال ہے، جس کا اندازہ آخرت میں جا کر ہوگا، لہٰذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ ان فضولیات میں اپنی کمائی کو ضائع نہ کریں بلکہ خیر کے کاموں اور صدقات جاریہ میں زیادہ سے زیادہ رقومات صرف کریں تا کہ آخرت میں اُنہیں سرخ روئی نصیب ہو سکے۔

اسی طرح آج ہر جگہ جھوٹ کا غلبہ ہے، کوئی کاروبار ایسا نہیں جس میں جھوٹ شامل نہ ہو، حتیٰ کہ جھوٹی قسموں اور جھوٹی گواہیوں کو معیوب بھی نہیں سمجھا جاتا، گویا کہ اس گناہ کی برائی دِل سے نکل چکی ہے، بالخصوص عدالتوں کا سارا نظام جھوٹ کے اثرات سے پوری طرح متاثر ہے، عدالت کے احاطہ میں کرایہ لیکر جھوٹی قسمیں اور جھوٹی گواہیاں دینے والے لوگ بکثرت نظر آتے ہیں، حالانکہ جھوٹ ایسا گنا ہے جو اسلام کی فطرت کے خلاف ہے، پیغمبر اسلام صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ ''مومن طبعی طور پر جھوٹا نہیں ہوسکتا''۔ یعنی وہ شخص ہرگز کامل مومن نہیں کہلایا جاسکتا جو جھوٹ بولنے کو اچھا اور حلال سمجھتا ہو اور بالخصوص اللہ کے نام کے ساتھ جھوٹی قسم کھانا یہ تو اور بدترین جُرم ہے۔ اس لئے ہر مسلمان کا فرض یہ ہے کہ وہ جھوٹ سے اور بالخصوص جھوٹی قسموں سے اپنے آپ کو بچائے، تا کہ وہ جھوٹ کے وبال سے محفوظ رہ سکے۔

# جواھر القرآن

**سورۃ الّیل قسط: 7** (آیت 5 تا 9)

دوسری صفت فرمائی گئی ''جو اپنا مال اس غرض سے دیتا ہے کہ گناہوں سے پاک ہوجائے یعنی اللہ کے دیئے ہوئے رزق و مال میں سے وہ اللہ کے بندوں کو دیتا ہے اور اسطرح مال خرچ کرنے سے اس کی نیت اس کے سوا کچھ نہیں ہوتی کہ وہ روحانی پاکیزگی اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرے۔ اور یہ اچھی طرح سمجھ لیا جائے کہ مال کا خرچ چاہے اپنی جائز ضروریات کی تکمیل کیلئے ہو یا اپنے بال بچوں کا پیٹ پالنے کیلئے ہو یا اپنے اعزا و اقرباء کی خبر گیری کیلئے ہو یا محتاجوں اور غریبوں کی امداد کیلئے ہو یا رفاہِ عام کے کاموں کیلئے ہو یا دین کی اشاعت اور جہاد کیلئے ہو، بہر حال اگر وہ خرچ اللہ تعالیٰ کے قوانین اور ہدایات کے مطابق ہو اور خاص اللہ کی رضا حاصل کرنے کیلئے ہو تو اس سے نفس کی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے، آگے ارشاد ہے: ''مال کے وہ صرف اور خرچ جن کا مقصد اللہ کی خوشنودی کے علاوہ کچھ اور ہو مثلاً لوگوں میں شہرت و نیک نامی حاصل کرنے کیلئے خرچ کیا۔

اس کے برغلاف دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جو انجام کے لحاظ سے سراسر نا کام و نامراد ہے، اور ان کی بھی تین ہی صفات بیان کی گئی ہیں، پہلی صفت یہ ہے ''اور جو بخل کرتا ہے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتا یعنی وہ جو کچھ مال دولت کماتا اور حاصل کرتا ہے وہ صرف اپنے دست بازو اپنے علم وہنر اور ذاتی سوجھ بوجھ کا نتیجہ سمجھتا ہے، اسلئے وہ اپنی کمائی کو یا تو ذاتی عیش و آرام پر اڑاتا ہے، یا پھر جوڑ جوڑ کر رکھتا ہے ضرورت مندوں کی مدد کیلئے اور محتاج، غرباء، وفقراء کیلئے اسکے پاس کچھ نہیں ہوتا۔ دوسری صفت فرمائی ''اور جس نے بے پروائی اختیار کی'' یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام سے بے پروائی اختیار کی، اللہ کی خوشنودی اور آخرت کے ثواب کی پرواہ نہ کی، اسلام اور آخرت کی نعمتوں سے بے پرواہی کی اور گناہوں اور بُرے کاموں کو بے پروا ہو کر عمل میں لایا۔ تیسری صفت فرمائی ''اور اچھی بات کو جھٹلایا'' یعنی اسلام کی باتوں اور اللہ کے وعدوں کو جھوٹا جانا، اس طرح نہ وہ توحید کا قائل ہوا نہ رسالت محمدی کی تصدیق کی۔ نہ صفات حمیدہ کا طالب ہوا نہ دار آخرت اور وہاں کی جزا و سزا کو سچ مانا، گویا جو تعلیمات وہدایات اللہ کے رسول نے دیں ان کو جھٹلاتا رہا، تو جس میں یہ تینوں صفات ہوں گی نتیجہ یہ ہوگا کہ نہ اس کا ایمان درست ہوگا اور نہ عمل ٹھیک ہوگا۔ نہ بندوں کے حقوق پہنچانے گا اور نہ ادا کرے گا نہ خدا کے حقوق۔ اس کا دِل روز بروز تنگ اور سخت ہوتا چلا جائے گا۔ نیکی کی توفیق سلب ہوتی جائے گی۔ ایسے شخص کیلئے ''فسنیسرہٗ للعُسریٰ'' فرمایا یعنی ہر عمل بد خواہ کیسا ہی سخت اور مشکل ہو آسان ہوجاتا ہے کیونکہ اس میں بدی کا پورا ملکہ پیدا ہوجاتا ہے اور بالآخر آہستہ آہستہ عذاب الٰہی کی انتہائی سختی کی جگہ یعنی جہنم میں پہنچ جائے گا۔ (جاری)

# اَدعِیۃُ الرسول صلّی اللہ علیہ وسلّم

## دجّال سے محفوظ رہنے کے وظائف

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: ''جو شخص سورۂ کہف سے شروع کی دس آیتیں حفظ کریگا وہ دجّال سے محفوظ ہوجائیگا، ایک دوسری روایت میں ہے کہ سورۂ کہف کی آخری دس آیتیں۔ اسی طرح ہر نماز کے آخری تشہد میں دجّال کے فتنے سے پناہ مانگنا بھی اس سے تحفظ کا باعث ہے۔

(شیخ البانیؒ نے پہلی دس آیات والی روایت کو محفوظ اور راجح قرار دیا ہے، ریاض الصالحین ص: ۳۹۲)

## مجھے تم سے اللہ کیلئے محبت ہے کہنے والے کو دُعاء

''اَحَبَّکَ الَّذِیْ اَحْبَبْتَنِیْ لَہٗ'' (ابوداؤد حدیث: ۵۱۲۵)

وہ ہستی (یعنی اللہ تعالیٰ) تم سے محبت کرے جس کی خاطر تم نے مجھ سے محبت کی۔

## مال ودولت پیش کرنیوالے کیلئے دعاء

''بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ فِیْ اَھْلِکَ وَمَالِکَ''

برکت عطا فرمائے اللہ تیرے لئے تیرے اہل وعیال اور تیرے مال ودولت میں۔

(بخاری مع الفتح: ۷/ ۴۲)

## ادائیگی قرض کے وقت قرض دینے والے کیلئے دُعاء

''بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ فِیْ اَھْلِکَ وَمَالِکَ اِنَّمَا جَزَآءُ السَّلَفِ الْحَمْدُ وَالْاَدَآءُ''

برکت عطا فرمائے اللہ تیرے لئے تیرے اہل وعیال اور تیرے مال ودولت میں قرض کا صلہ تو صرف اور صرف شکریہ اور (بروقت) ادائیگی ہی ہے۔ (عمل الیوم واللیلۃ نسائی: صفحہ ۴۰، ابن ماجہ: ۲۴۲۴)

www.khanqah.in



# علم نحو سیکھئے۔ 32

سوال: فاعل فعل سے متصل کیوں ہوتا ہے؟

جواب: فاعل فعل سے متصل اس وجہ سے ہوتا ہے کہ فاعل فعل کا جز ہے اور جز کل سے متصل ہوتا ہے۔(شرح ابن عقیل: ۲۳۲)

سوال: فاعل اسم ظاہر ہوتو کیا قاعدہ ہے؟

جواب: فاعل اسم ظاہر ہوتو قاعدہ یہ ہے کہ فعل ہمیشہ واحد ہوگا، خواہ فاعل تثنیہ ہو یا جمع، جیسے ضَرَبَ زَیْدٌ۔ ضَرَبَ الزَّیْدَانِ۔ ضَرَبَ الزَّیْدُونَ۔(ہدایت النحو)

سوال: فاعل اسم ظاہر ہوتو فعل ہمیشہ واحد کیوں؟

جواب: فاعل اسم ظاہر کی صورت میں فعل کو فاعل کے مطابق لایا جائے تو تعدد فاعل لازم ہو جو صحیح نہیں ہے۔(روایہ: ۷۰)

سوال: فاعل اسم مضمر ہوتو کیا قاعدہ ہے؟

جواب: فاعل اسم مضمر ہوتو فعل کو فاعل کے مطابق لایا جائے تا کہ ضمیر مرجع میں مطابقت پیدا ہو جائے نیز تعدد فاعل کی خرابی بھی لازم نہیں آئے گی۔ جیسے زَیْدٌ ضَرَبَ، زَیْدَانِ ضَرَبَا، زَیْدُوْنَ ضَرَبُوْا۔(ہدایت النحو)

سوال: فعل کا مؤنث لانا کتنی صورتوں میں واجب ہے؟

جواب: فعل کا مؤنث لانا چار صورتوں میں واجب ہے۔

(۱) فاعل مفرد مظہر، مؤنث حقیقی ہو اور فعل و فاعل کے درمیان فصل نہ ہو، جیسے نَصَرَتْ فَاطِمَۃُ۔

(۲) فاعل ضمیر ہو جس کا مرجع مؤنث حقیقی ہو، جیسے عائشۃ نَصَرَتْ

(۳) فاعل ضمیر ہو جس کا مرجع مؤنث غیر حقیقی ہو جیسے الشمس طَلَعَتْ

(۴) فاعل اسم ظاہر جمع مکسر مؤنث ہو جیسے قَالَتْ نِسْوَۃٌ۔ (تسہیل النحو، ہدایت النحو)

سوال: فاعل اسم ظاہر مؤنث حقیقی ہو اور فعل فاعل کے درمیان فصل نہ ہو تو فعل کو مؤنث لانا کیوں واجب ہے؟

جواب: اس صورت میں شدت اتصال کی وجہ سے فاعل کی تانیث فعل میں سرایت کر جاتی ہے اس وجہ فعل مؤنث لانا واجب ہے۔

سوال: فاعل ضمیر ہو اور ایسی جس کا مرجع مؤنث حقیقی یا غیر حقیقی ہو تو فعل کا مؤنث لانا کیوں واجب ہے؟

جواب: اسلئے واجب ہے کہ اس صورت میں فعل کا مؤنث لانا تا کہ ضمیر اور مرجع میں مطابقت پیدا ہو جائے۔

سوال: فعل کو مذکر اور مؤنث لانے میں کتنے مواقع پر اختیار ہے؟

جواب: فعل کی تذکر و تانیث میں چند مواقع پر اختیار ہے۔

(۱) فاعل اسم ظاہر مؤنث حقیقی ہو لیکن فعل فاعل کے درمیان فصل ہو، جیسے ضَرَبَ الْیَوْمَ ھِنْدٌ۔

(۲) فاعل اسم ظاہر مؤنث حقیقی ہو نیز فعل، فاعل کے درمیان فصل ہو لیکن فرد معین مراد نہ ہو بلکہ جنس مراد ہو اور وہ فاعل ہوتے ہیں جس کا عامل نعم وغیرہ ہوں جیسے نعجم الا ترعیٰ اولادھا۔ تشرف علی شؤن بیتھا

(۳) فاعل اسم ظاہر جمع تکسیر ہو خواہ مذکر ہو یا مؤنث ہو جیسے عرفت الفواطم طریق السداد، واتبعت الھنود سبل الرشاد۔

(۴) فاعل اسم ظاہر جمع مؤنث سالم ہو لیکن اس کے شرائط پورے نہ ہوں جیسے اعلنت الطلحات السفر۔

(جاری)

**SAMEER & CO**

Deals with:

PLY WOOD, HARDWARE, PAINTS ETC

ایک بار آزمائیے، بار بار تشریف لائیے

H.O: K.P. ROAD ISLAMABAD

Contact Nos: 9419040053

# الحاد اور لادینیت کے سیلِ رواں

## کو کیسے روکا جائے؟- 7

الجزائر پر فرانس کا استعمار (جس کی ابتدا ۱۸۳۰ء سے ہوئی۔ف) عالم اسلام کا بدترین استعمار ثابت ہوا جس پر مسلمانوں کے لیے شخصی زندگی میں بھی دین پر عمل کرنا دو بھر بنا دیا گیا۔۔۔اسلامی علوم تو کجا، عربی زبان پر بھی پابندی لگائی گئی۔۔۔اس کے ساتھ ساتھ یورپ کی تمام اخلاقی بیماریاں درآمد کر کے یہاں پھیلائی گئیں۔ یہاں تک کہ بڑے شہروں میں مسلمان خواتین کے غیر مسلموں کے ساتھ نکاح کے بھی بہت سے واقعات ہوئے۔ جب زبردست جانی و مالی قربانیوں کے بعد ملک فرانسیسی سامراج کے تسلط سے آزاد ہوا؛ تو عالمِ اسلام کے دوسرے حصوں کی طرح یہاں بھی استعمار کے طویل زمانے میں فرانسیسی سامراج ملک میں ایسے لوگوں کی پوری ایک نسل تیار کر چکا تھا؛ جو سیاسی طور پر سامراج کے خواہ کتنے خلاف ہوں؛ لیکن نظری اور عملی لحاظ سے پوری طرح یورپ کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے، اور اسی کے ذہن سے سوچنے کے عادی تھے۔(جہان دیدہ ص/ ۱۱۸)

حسین بے، شاکر اور احمد بے کی کوششوں کے پسِ پردہ الجزائر کو بھی اسی راہ پر لے جایا گیا، جس پر مصر میں محمد علی، عباس، سعید، اسمعیل اور توفیق پاشا گئے تھے۔ محمد بے (۱۸۵۵ء تا ۱۸۵۹ء) محمد الصادق (۱۸۵۹ء تا ۱۸۸۲ء) اور خیر الدین پاشا کی سرپرستی میں سیکولرائزیشن کا عمل سختی کے ساتھ شروع کیا گیا...... تعلیم کی راہ سے سیکولرائزیشن کو آگے بڑھانے کی متعدد اور مختلف النوع کوششیں ہوئیں۔(اخلاقی صورت حال: ص/ ۲۵۷)

''انڈونیشیا کی تقریباً نوے فیصد آبادی مسلمان ہے اور باقی دس فیصد آبادی میں عیسائی، ہندو، بدھ، جین وغیرہ ہیں''۔۔۔حکومت کے زیرِ انتظام چلنے والی دو اسلامی یونیورسٹیوں میں ''یہ دیکھ کر حیرت کے ساتھ افسوس ہوا کہ دونوں جگہ نظام تعلیم مخلوط ہے۔ اس صورتِ حال سے خود یونیورسٹی کے بعض اساتذہ بھی ناخوش معلوم ہوتے تھے؛ لیکن اپنی اس رنجیدگی کا علاج فی الحال ان کے بس میں نہیں''۔۔۔''جب احقر نے ایک یونیورسٹی کے ذمہ دار ترین فرد سے پوچھا کہ ''اسلامی یونیورسٹی'' میں مخلوط تعلیم کا کیا جواز ہے؟ تو انہوں نے ایک تلخ مسکراہٹ کے ساتھ حیرت بھرے لہجے میں کہا کہ ''یہ انڈونیشی اسلام ہے'' البتہ یہاں طالبات کا لباس کافی ستر پوش ہے جبکہ عام تعلیمی اداروں میں طالبات کا عام لباس اسکرٹ ہے''۔(جہانِ دیدہ: ص/ ۳۸۰ تا، ۳۸۱)، (شاہراہ علم محرم الحرام ۱۴۲۸ھ ص ۱۰۰، ۱۰۲)

لیکن اس کا کیا کیجئے کہ مسلمانوں کا ایک طبقہ سیکولر تعلیم اور سیکولرزم کے شوق میں اسلامی علوم کو ہی بے فائدہ سمجھتا ہے:

چند مسلم ممالک کا جائزہ پیش کرتے ہوئے یمن کے سفر کے حالات میں حضرت مفتی محمد تقی عثانی مدظلہ تحریر فرماتے ہیں:

...... برصغیر کے دینی مدارس کی طرح کے پرائیوٹ تعلیمی اداروں کا تصور اب عرب ملکوں میں مفقود سا ہو چکا ہے۔ سرکاری یونیورسٹیوں اور تعلیمی اداروں سے ہٹ کر دینی تعلیم کا کوئی قابل ذکر ادارہ ان ملکوں میں نہیں پایا جاتا؛ لیکن جامعۃ الایمان، میری معلومات کی حد تک عرب ممالک میں یونیورسیٹی کی سطح کا واحد تعلیمی ادارہ ہے؛ جو سرکاری یونیورسٹی نہ ہونے کے باوجود اتنے بڑے پیمانے پر دینی تعلیم کے لیے قائم ہے...... شیخ یوسف القرضاوی نے جامعۃ الایمان کے پہلے تقسیم اسناد (اجازت) کے موقعہ پر تقریر کرتے ہوئے ان لوگوں کی پرزور تردید کی جو سیکولرزم کے شوق میں اسلامی علوم کی تعلیم کو بے فائدہ سمجھتے اور ایسے اداروں کو بدنام کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔(دنیا میرے آگے: ص ۲۵۲)

یمن میں جب سے جمہوری حکومت قائم ہوئی ہے، اس کا میلان مغرب کی طرف رہتا ہے، عالمِ اسلام کے دوسروں ملکوں کی طرح یہاں بھی عوام اور حکام کے درمیان مفاہمت کے بجائے بُعد کی ایک خلیج حائل ہے جس کا تمام تر فائدہ دشمنانِ اسلام کو پہنچ رہا ہے؛ اور ملک کے بہترین وسائل امت کی فلاح و بہبود کے بجائے دوسرے مقاصد پورے کرنے کے لیے کام آ رہے ہیں۔ اللہ تعالی ہمارے نامۂ اعمال کو اپنے فضل و کرم سے دور فرما کر اس مہلک صورتِ حال سے ہمیں نجات عطا فرمائیں؛ تو عالم اسلام آج دنیا بھر کی قیادت کے مقام پر ہو۔(دنیا میرے آگے ص ۲۶۹ جولائی ۲۰۰۱) ص نمبر ۱۴)، (شاہراہ علم محرم الحرام ۱۴۲۸ھ ص ۱۰۴، ۱۰۵)

ہم مسلمان ہیں لہٰذا ہمارے لیے سیکولر تعلیم کا شرعی حکم جاننا بھی ضروری ہے؛ حکیم الامت مجدد ملت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:

انگریزی اور سیکولر تعلیم کا حکم: عقائد اگر خلاف شریعت ہو گئے تو کفر و الحاد۔(کفر و الحاد: یعنی اگر کسی مسلمان کے عقائد خلاف شریعت ہوں؛ ''تو وہ کافر اور ملحد'' ہے)

بد دینوں کی صحبت کے اثر سے اعمال خراب ہو جائیں؛ تو فسق ظاہری۔(فسق ظاہری: بد دینوں کی صحبت سے اگر اعمال خراب ہو جائیں تو ''وہ آدمی فاسق ظاہری ہے'') اور اگر دل میں یہ ارادہ اور عزم جما ہوا ہے کہ ذریعۂ معاش خواہ حلال ملے یا حرام، اسے اختیار کریں گے؛ تو فسق باطنی۔(فسق باطنی: حلال و حرام کی تمیز کے بغیر اس علم سے کمانے کا ارادہ ہو ''تو فاسق باطنی'' ہے) اور اگر کوئی ان عوارض سے مبراء ہو، اور عزم بھی یہ کرے کہ اس سے وہی معاش حاصل کریں گے جو شرعاً جائز ہوگی؛ تو اس کے لیے انگریزی تعلیم مباح اور درست ہوگی۔(مباح: اور مذکورہ خرابیوں سے پاک ہو کر تعلیم حاصل کرے تو مباح ہے) اور اگر اس سے بڑھ کر یہ قصد ہو کہ اس کو ذریعۂ خدمتِ دین بنا دیں گے؛ تو اس کیلئے عبادت ہوگی۔(فتوی حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ ملخصاً)، (شاہراہ علم محرم الحرام ۱۴۲۸ھ ص ۷۷)

اس شرعی حکم کے بعد حضرت تھانوی قدس سرہ نے سیکولر تعلیم سے پیدا ہونے والے الحادی اثرات سے بچنے کے لیے چند تجاویز پیش کی ہے: (جاری)

www.khanqah.in



# آپ کے پوچھے گئے دینی سوالات

**سوال:** قربانی کن پر واجب ہے؟ کیا قربانی ہر مسلمان صاحب حیثیت ہی پر واجب ہوتی ہے یا کہ اس کیلئے کوئی شرط ہے؟ اور صاحب حیثیت سے مراد کیا ہے؟ نیز اگر کسی کے پاس اپنی ضرورت کے علاوہ زیادہ نہ بچتا ہو تو کیا اس پر بھی قربانی واجب ہے؟

شاہد عبداللہ ڈار۔ کھریو پانپور

**جواب:۔** وباللہ التوفیق۔۔ قربانی واجب ہونے کیلئے تفصیلاً آپ ملاحظہ فرمائیں: یعنی قربانی واجب ہونے کیلئے مندرجہ ذیل شرطیں ہیں:

۱) مسلمان ہونا، غیر مسلم پر قربانی واجب نہیں ہے۔

۲) مقیم ہونا، مسافر یعنی جو سفر میں ہو اس پر قربانی واجب نہیں ہے۔ (۳) آزاد ہونا، غلام پر قربانی واجب نہیں ہے۔

۴) مرد ہونا شرط نہیں ہے بلکہ عورتوں پر بھی اسی طرح قربانی واجب ہے جس طرح مردوں پر واجب ہے۔

۵) بالغ ہونا، نابالغ پر قربانی واجب نہیں ہے، نہ اس پر اور نہ اس کی طرف سے اس کے باپ پر، اسی طرح مجنون پر بھی واجب نہیں ہے۔

۶) تونگری یعنی مالکِ نصاب ہونا یہاں مالداری سے مراد وہی ہے جس پر صدقہ فطر واجب ہوتا ہے۔ (درمختار)

مسئلہ: ان شرائط کا پورے وقت میں پایا جانا ضروری نہیں ہے بلکہ قربانی کیلئے جو وقت مقرر ہے اس کے کسی حصہ میں ان شرائط کا پایا جانا وجوب کیلئے کافی ہے، مثلاً ایک شخص قربانی کے ابتدائی وقت میں کافر تھا، پھر مسلمان ہو گیا اور ابھی قربانی کا وقت باقی ہے اس پر قربانی واجب ہے، اسی طرح غلام تھا، پھر آزاد ہو گیا اور قربانی کا وقت باقی ہے اس پر بھی قربانی واجب ہے، یونہی اگر کوئی شخص اوّل وقت میں مسافر تھا تو قربانی کا وقت ابھی باقی ہے کہ مقیم ہو گیا اس پر بھی قربانی واجب ہے اسی طرح اگر کوئی فقیر تھا اور مالدار ہو گیا یا نابالغ تھا پھر قربانی کے ایام میں بالغ ہو گیا تو ان پر قربانی واجب ہے۔ (عالمگیری، شامی)

(بدائع: ۴/ ۱۹۸، کتاب الاضحیة ط :زکریا، شامی ۹/ ۳۸۳ کتاب الاضحیة، ط: دار الکتاب)

۱۔ جو شخص ضرورت کے علاوہ قرضہ اتار کر ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا مذکورہ سونا یا چاندی کے بقدر نقد کا مالک ہو یا ضرورت سے زائد اس کے پاس مذکورہ رقم کے بقدر کوئی جنس موجود ہو تو اس پر قربانی واجب ہے۔ قربانی کے واجب ہونے کیلئے قربانی کے اَیام میں مذکورہ مقدار کے بقدر سونا، چاندی، نقد و جنس کا ہونا کافی ہے نہ اس مال پر سال گذرنا شرط ہے نہ مال کا تجارتی ہونا ضروری ہے، مثلاً ایک شخص کے پاس روزانہ پہننے کے کپڑوں کے علاوہ کچھ اور کپڑے ہیں جو ضرورت سے زیادہ ہیں یا روزمرّہ کی ضرورت سے زائد تانبے، پیتل، اسٹیل، چینی وغیرہ کے برتن رکھے ہوئے ہیں یا ضرورت سے زائد بستر ا ہے یا ضرورت سے زائد مکان ہے یا گھر میں اس کے پاس کوئی بھی چیز ضرورت سے زائد ہے تو اگر ان چیزوں میں سے کسی ایک چیز یا تمام چیزوں کی قیمت مل کر نصاب کے برابر یا اس سے زائد ہو جاتی ہے تو اس شخص پر قربانی واجب ہے۔

(تاتارخانیہ: ۱۷/ ۴۰۵، کتاب الاضحیہ، ط:زکریا۔ شامی: ۹/ ۳۷۹ کتاب الاضحیة، ط: دار الکتاب۔ بدائع الصنائع: ۴/ ۱۹۶ کتاب الاضحیة، ط:زکریا)

۲۔ اگر کسی کے پاس نصاب یا نصاب سے زائد نقد یا جنس موجود ہے لیکن وہ قرض دار بھی ہے تو قرضہ اُتار کر اگر نصاب کے بقدر مال بچتا ہے تو اس پر قربانی واجب ہے اگر اتنا مال نہیں بچتا ہے تو اس پر قربانی واجب نہیں ہے۔ (بدائع الصنائع: ۴/ ۱۹۴، کتاب الاضحیة، فصل اما شرائط الوجوب، ط: زکریا، دیوبند)

۳۔ ایک شخص کے پاس دو مکان ہیں ایک میں خود رہتا ہے اور دوسرا

## قربانی کے وجوب اور اسکے احکام

مفتی مظفر حسین صاحب۔ دار العلوم سوپور

کرایہ پر ہے تو یہ دوسرا مکان چونکہ ضرورت سے زائد ہے تو اس پر بھی قربانی واجب ہے البتہ اگر اس کا ذریعہ معاش یہی مکان کا کرایہ ہے تو یہ بھی ضروریات زندگی میں شمار ہوگا اور اس پر قربانی کرنا واجب نہ ہوگی۔

### ضروریاتِ اصلیہ

ضروریاتِ اصلیہ سے وہ ضرورت مراد ہے جو جان یا عزت سے متعلق ہو یعنی جس کے پورا نہ ہونے سے جان یا عزت و آبرو کا اندیشہ ہو، مثلاً کھانا، پینا، کپڑے پہننا، رہنے کا مکان، اہل صنعت و حرفت کیلئے ان کے پیشے کے اوزار وغیرہ۔ (درمع الشامی: ۳/ ۱۲۶)

**فائدہ:** گھر میں رکھی ہوئی تانبے کی بڑی بڑی دیگیں یا وہ برتن جو کبھی استعمال نہیں ہوئے ہیں اسی طرح ٹیلی ویژن، وی سی آر وغیرہ یہ ضروریاتِ اصلیہ میں داخل نہیں ہیں، اسلئے ان کی قیمت اگر نصاب کو پہنچ جائیں تو ان کے مالک پر قربانی واجب ہے اسی طرح ٹیپ ریکارڈر، کیمرہ، واک مین، سی ڈی بھی ضروریاتِ اصلیہ میں داخل نہیں ہیں۔

۱) اگر کسی کے پاس صرف مال حرام (رشوت یا سود کا مال) ہے تو اس پر قربانی واجب نہیں ہے۔ (شامی)

(درمع الشامی: ۷/ ۳۰۱ باب البیع الفاسد، ط:زکریا)

۲) اگر مقدار معاش سے زائد زرعی وغیرہ زرعی زمین کی قیمت اور پیداوار کا مجموعہ یا کوئی ایک بقدر نصاب ہو تو قربانی واجب ہوگی۔

(ردالمحتار ۹/ ۳۷۹، احسن الفتاویٰ: ۷/ ۵۰۶، کتاب الاضحیة)

۳) اگر کسی شخص نے کچھ سالوں کیلئے اپنی رقم بینک میں فکسڈ جمع کر رکھی ہے اور وہ نصاب کے بقدر ہے تو اس پر قربانی واجب ہے بشرطیکہ اس پر اتنا قرضہ نہ ہو جس سے نصاب کے بقدر مال باقی نہ رہے۔

(بدائع الصنائع: ۴/ ۱۹۶، کتاب الاضحیة، تاتارخانیة: ۱۷/ ۴۰۵، کتاب الاضحیة۔ شامی ۹/ ۳۷۹ کتاب الاضحیة)

۴) اگر کسی کے پاس سواری کیلئے قیمتی گھوڑا یا گاڑی ہے تو یہ ضرورت کی چیز ہے ان کی وجہ سے اس پر قربانی واجب نہیں ہے اگر اس کے پاس دوسرا نصاب نہ ہو۔ (تاتارخانیہ: ۱۷/ ۴۰۵، کتاب الاضحیہ، ط:زکریا۔ شامی: ۹/ ۳۷۹ کتاب الاضحیة، ط: دار الکتاب۔ بدائع الصنائع: ۴/ ۱۹۶ کتاب الاضحیة، ط:زکریا)

۵) جس طرح مردوں پر قربانی واجب ہے اسی طرح عورتوں پر بھی قربانی واجب ہے بشرطیکہ ان کے پاس ذاتی زیورات ہوں یا اتنا مہر یا نقد یا جائیداد ہو جو نصاب کے برابر ہو، عام طور پر عورتیں اس مسئلہ سے بے خبر رہتی ہیں یا مسئلہ معلوم ہونے کے باوجود قربانی نہیں کرتی ہیں تو شرعاً وہ عورتیں گنہگار ہوتی ہیں۔ (درمع الشامی: ۹/ ۳۷۹، کتاب الاضحیة)

۶) ایک عورت کے پاس سونے کے زیورات ہیں وہ ان کو پہنتی ہو یا نہ پہنتی ہو اگر وہ سونا نصاب کو پہنچ جائے تو اس پر قربانی واجب ہے۔ اگر اس کے باوجود قربانی نہ کرے تو وہ گنہگار ہے۔

(تاتارخانیہ: ۱۷/ ۴۰۵، کتاب الاضحیہ، ط:زکریا۔ فتاویٰ دار العلوم: ۱۵/ ۴۸۲۔ شامی ۹/ ۳۷۹ کتاب الاضحیة، ط: دار الکتاب۔ بدائع الصنائع ۴/ ۱۹۶ کتاب الاضحیة، ط:زکریا)

۷) اگر عورت کے پاس کچھ سونا ہے کچھ نقد ہے کچھ ضرورت سے زائد جائیداد ہے ان تینوں کی قیمت لگا کر اگر وہ قیمت چاندی کے نصاب (یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی) کی قیمت کو پہنچ جائے تو اس پر قربانی لازم ہے۔ اگر نہ کرے گی تو گنہگار ہوگی۔ (درمع الشامی: ۹/ ۳۷۹، کتاب الاضحیة)

۸) اگر ایک عورت مالک نصاب نہیں ہے لیکن اس کا مہر نصاب سے زائد خاوند کے ذمہ باقی ہے مگر فی الحال نہیں مل سکتا ہے تو اس پر قربانی واجب نہیں ہے۔ "والمرأة موسرة بالمعجل لو الزوج مليًا وبالمؤجل لا" (تاتارخانیہ: ۱۷/ ۴۰۵، کتاب الاضحیہ، ط:زکریا۔ شامی: ۹/ ۳۷۹ کتاب الاضحیة، ط: دار الکتاب)

(باقی آئندہ شمارے میں)

اعلانِ داخلہ

غفلت اور تغافل، جہالتِ جدیدہ اور تجاہل، بوالہوسی اور تکالب، مادہ پرستی اور الحاد، نفس پرستی اور خدا بیزاری کے دَور میں بھی بہر حال خوش نصیب لوگ ہر دَور میں ہیروں کی طرح سمندروں کی گہرائیوں میں پوشیدہ ہوتے ہیں، اُن کو اندروں سے بیروں کی جانب لانا ضروری ہوتا ہے تاکہ عالَم اُن سے چمک اُٹھے۔ اسلئے اُن مقدس یا آئندہ سعادت مند بننے والے نفوس سے گزارش ہے کہ دار العلوم سواء السبیل کھانڈی پورہ میں تعلیم و تربیت کیلئے داخلہ لے لیں۔

عصری تعلیم دسویں جماعت تک اور درجہ حفظ و ناظرہ نیز عربی چہارم تک کے علاوہ بقدر ضرورت انگریزی، ریاضی، سائنس اور کمپیوٹر کی سہولیات بھی مہیا رکھی گئی ہیں، بس محنتی، ذہین و فہیم اور حق کے متلاشی باہمت طلباء کا شدید انتظار ہے، اللہ کرے کہ سواء السبیل کی دعوتِ حق کا مضراب دل کی تاروں کو چھیڑے۔

**نشر واشاعت:** دار العلوم سواء السبیل کھانڈی پورہ کولگام کشمیر

فون نمبر: 9906546004, 9622841975

SAMEER & CO

Deals with:

PLY WOOD, HARDWARE, PAINTS ETC

ایک بار آزمائیے، بار بار تشریف لائیے

H.O: K.P. ROAD ISLAMABAD

Contact Nos: 9419040053

**نوٹ:** اس شمارے میں شامل اشاعت مضامین و مراسلے وغیرہ سے ادارے کا ہر بات سے متفق ہونا ضروری نہیں۔ مدیر

www.khanqah.in



# تعمیرِ بیت اللہ

## ایک تاریخی جائزہ

مولانا محمد مجیب الدین قاسمی۔ دارالعلوم رحمانیہ حیدرآباد

بیت اللہ ''خانۂ کعبہ'' کو کہا جاتا ہے، جو مکہ معظّمہ میں واقع ہے، دنیا کی عبادت گاہوں میں بیت اللہ شریف (زَادَهَا اللّٰهُ شَرَفاً وَتَعْظِيماً) خدا تعالیٰ کی سب سے قدیم اور پہلی عبادت گاہ ہے، قرآن کریم میں ارشاد ہے: اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ (ال عمران:۹۶) ''بیشک سب سے پہلا گھر جو مقرر ہوا (لوگوں کی عبادت گاہ بننے کے لیے) وہ مکان ہے جو کہ مکہ میں ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے ابتداء ہی سے اس مکان کو ظاہری، باطنی، حسی اور معنوی برکات سے معمور فرمایا اور سارے جہاں کی ہدایت کا سرچشمہ قرار دیا، ظاہری برکت یہ ہے کہ خانۂ کعبہ جائے امن ہے، جو کوئی بھی اس میں داخل ہو جائے وہ ماموں و محفوظ رہتا ہے، خواہ وہ مجرم ہی کیوں نہ ہو: وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا (ال عمران:۹۷) باطنی برکت یہ ہے کہ بعض انبیائے سابقین اور خود حضور ﷺ کا اس متبرک مکان سے ربط و تعلق رہا، نیز خانۂ کعبہ پر ہر وقت اللہ کی بیشمار رحمتوں کا نزول ہوتا رہتا ہے اور حسی و معنوی برکت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مکان میں ایسی کشش اور جاذبیت رکھی ہے کہ ہر بندۂ مومن اس کی زیارت کا متمنی رہتا ہے اور کھنچا کھنچا اس کی طرف چلا آتا ہے۔

بیت اللہ شریف کی اسی عظمتِ شان کے پیش نظر اس کی تعمیر و دیگر خدمات کو عوام الناس بلکہ زیادہ تر بادشاہوں نے اپنی سعادت سمجھا، مؤرّخین نے لکھا ہے کہ معلوم ذرائع کے مطابق اب تک بیت اللہ شریف کی تعمیر بارہ (۱۲) مرتبہ ہو چکی ہے، جن میں سے صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر کا ذکر قرآن مجید میں ہے، بقیہ تعمیرات کا ذکر یا تو احادیث میں ہے یا تاریخی روایات میں موجود ہے۔ ذیل میں ان تعمیرات کو بالترتیب بیان کیا جاتا ہے۔

۱) فرشتوں کی تعمیر: بیت اللہ شریف کی سب سے پہلی تعمیر فرشتوں کے ذریعہ ہوئی، یہ تعمیر اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال قبل کی گئی۔ (مرقاۃ ۵ / ۴۱۹) صاحبِ تفسیر مظہری نے اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ کے ذیل میں ایک روایت نقل فرمائی ہے کہ حضرت علی بن حسینؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عرش کے نیچے ایک مکان تعمیر فرمایا جسے بیت المعمور کہتے ہیں، پھر فرشتوں کو حکم دیا کہ اس کا طواف کریں، فرشتوں نے اس کا طواف کیا، پھر زمینی فرشتوں کو حکم دیا کہ زمین پر بھی اس گھر یعنی بیت المعمور کے مانند ایک گھر بناؤ، فرشتوں نے تعمیل حکم میں بیت اللہ کی تعمیر کی اور اس کا طواف کیا اور اس عمارت کا نام ''ضُراح'' رکھا۔ (تفسیر مظہری ۲/۹۵) اس روایت کو تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ امام قرطبیؒ نے بھی نقل کیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیت اللہ کی اوّل تعمیر بحکمِ الٰہی فرشتوں نے کی۔

۲) تعمیر حضرت آدم علیہ السلام: حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب آدمؑ آسمان سے زمین پر آئے تو فرشتوں کی صحبت اور ان کی پاکیزہ باتیں سننے کو نہ ملیں، جس کی وجہ سے دل مغموم اور اداس ہو گیا، آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی: اے اللہ! میں فرشتوں سے الگ ہو گیا ہوں، اکیلے پن کا احساس ہو رہا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ مکہ معظّمہ جائیں اور وہاں میرا گھر تعمیر کر کے اس کا طواف کریں اور اس کے پاس نماز پڑھیں، جس طرح کہ فرشتے میرے عرش کا طواف کرتے اور نماز پڑھتے ہیں، چنانچہ جبرئیل امین کی رہنمائی میں حضرت آدمؑ مکہ مکرمہ پہنچے، جبرئیل امین نے اپنا پَر مار کر بیت اللہ شریف کی بنیادیں ظاہر کر دیں جو بہت گہری تھیں، پھر فرشتے پانچ مختلف پہاڑوں سے پتھر لائے اور حضرت آدمؑ نے حضرت حواؑ کے ساتھ مل کر ان پتھروں سے بیت اللہ شریف کی تعمیر کا شرف حاصل کیا۔ حضرت آدمؑ نے پتھروں سے بنیادیں بھر دیں، جب بنیادیں اُبھر آئیں تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعہ جنت کا ایک خیمہ جو یاقوت کا تھا ان بنیادوں پر رکھوایا، اس طرح یہ تعمیر ہوئی۔ فرشتے جن پہاڑوں سے پتھر لائے تھے ان کے نام یہ ہیں: جبل لبنان، جبل طور، جبل زیتا، جبل جودی اور جبل حراء۔ (ابن کثیر ۱/ ۲۳۶) جب بیت اللہ کی تعمیر مکمل ہو گئی تو حضرت آدمؑ کو اس کا طواف کرنے کا حکم ملا۔

۳) تعمیر حضرت شیث علیہ السلام: امام ازرقیؒ حضرت وہب بن منبہ سے روایت کرتے ہیں کہ یاقوت کا وہ خیمہ جو حضرت آدمؑ کے لیے جنت سے اتارا گیا تھا اسے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کے وصال کے بعد آسمانوں پر اٹھا لیا تھا، تب انہی بنیادوں پر آپ کی اولاد نے مٹی اور پتھروں سے بیت اللہ کی تعمیر کی، جو طوفان نوح تک قائم رہی۔ (اخبارِ مکہ: ۱۹)

۴) تعمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام: اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اہلیہ اور شیر خوار بچہ کو وادیٔ غیر ذی زرع میں چھوڑ دیا اور کبھی کبھی ان کی خبر گیری کے لیے مکہ مکرمہ آیا کرتے تھے، جب حضرت اسماعیلؑ جوان ہو چکے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ تیسرا سفر مکہ تھا تو اس سفر میں آپ نے اپنے ہونہار مطیع و فرمانبردار بیٹے سے فرمایا: ''مجھے خدا تعالیٰ نے خانۂ کعبہ تعمیر کرنے کا حکم دیا ہے، کیا تم اس کام میں میرا ساتھ دو گے؟ حلیم و بردبار بیٹے نے جواب دیا: آپ ضرور تعمیر کیجئے، خدمت کے لیے میں حاضر ہوں'' اس وقت بیت اللہ شریف والی جگہ سرخ ابھرے ہوئے ٹیلے کی شکل میں تھی اور اس کی بنیادیں دب چکی تھیں، آپ کی دعا کی وجہ سے حضرت جبرئیلؑ نے بحکمِ الٰہی بنیادوں کی نشاندہی فرمائی، حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ نے اس جگہ کھدائی شروع کر دی، یہاں تک کہ وہ قدیم بنیادیں ظاہر ہو گئیں جن پر حضرت آدمؑ نے خانۂ کعبہ کی تعمیر کی تھی، پھر باپ بیٹے دونوں نے مل کر تعمیر کا کام شروع کیا، حضرت اسماعیلؑ ایک مزدور کی طرح پہاڑوں سے پتھر لا لا کر اپنے والد کو دیتے جاتے اور حضرت ابراہیمؑ ایک معمار کی طرح ان پتھروں سے بیت اللہ کی تعمیر کرتے جاتے اور ساتھ ہی ساتھ اس خدمت کی قبولیت کی دعا بھی کرتے جاتے، جس کو قرآن کریم میں یوں بیان کیا گیا ہے: وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا (البقرۃ: ۱۲۷) جب بیت اللہ شریف کی دیواریں بلند ہو کر اس مقام تک پہونچ گئیں جہاں حجر اسود لگا ہوا ہے تو جبرئیل امین کی نشاندہی پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دو پتھر جبل ابی قبیس کی چھوٹی سی کوہ سے دستیاب ہوئے، ان میں سے ایک حجر اسود اور دوسرا مقامِ ابراہیم کے نام سے متعارف ہے۔ (ملخص ابن کثیر جلد اوّل) حضرت ابراہیمؑ کی اس تعمیر میں بیت اللہ شریف کی چھت نہیں تھی اور موجودہ حطیم بھی نہیں تھا، نیز اس کے دو دروازے تھے جو سطح زمین سے ملے ہوئے تھے۔

۵) تعمیر بنو جرہم: قبیلہ بنی جرہم جو ابتداءً بیت اللہ کے اطراف آباد ہوا اور اسی قبیلہ کے سردار مضاض بن عمرو کی لڑکی سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کا نکاح ہوا، حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کا تعمیر کردہ خانۂ کعبہ مرورِ زمانہ اور بارش کی وجہ سے بوسیدہ ہو چکا تھا، اسی لیے بنو جرہم نے اس کی تعمیر کی۔

۶) تعمیر عمالقہ: بنو جرہم کے بعد بیت اللہ شریف کی تعمیر کا شرف قومِ عمالقہ کو حاصل ہوا، ان دونوں تعمیروں کے سلسلہ میں علامہ آلوسیؒ نے اس ترتیب کے برعکس اوّل تعمیر عمالقہ پھر تعمیر بنو جرہم کا ذکر کیا ہے۔ (روح المعانی ۳/ ۹) حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر کردہ عمارتِ کعبہ جب منہدم ہو گئی تو پھر بنو جرہم نے اس کو ازسرِنو تعمیر کیا اور جب بنو جرہم کی تعمیر بھی منہدم ہو گئی تو قومِ عمالقہ نے اسے بنایا۔ (اعلام الاعلام: ۲۴)

۷) تعمیر قصی بن کلاب: قصی بن کلاب حضور اکرم ﷺ کے اجداد میں ہیں، آپ نے بہت سے نمایاں کام انجام دیئے، ان ہی میں سے ایک نمایاں خدمت بیت اللہ شریف کی تعمیر بھی ہے، قریش میں آپ پہلے شخص ہیں جن کو بیت اللہ شریف کی تعمیر کی سعادت حاصل ہوئی، آپ نے قریش کو بیت اللہ کی تعمیر کی جانب متوجہ کیا، چنانچہ قریش نے اس کے لیے معقول رقم جمع کی اور بیت اللہ کی قدیم بوسیدہ عمارت منہدم کر کے اسے ازسرِنو تعمیر کیا۔ اس تعمیر کی خصوصیت یہ تھی کہ پہلی بار خانۂ کعبہ پر چھت تعمیر ہوئی، کیونکہ اب تک کعبۃ اللہ پر چھت نہیں ہوا کرتی تھی، اس تعمیر میں کھجور کے تنوں اور ٹہنیوں سے چھت ڈالی گئی۔ (تاریخ القویم ۳/ ۱۲۹)

بقیہ: صفحہ آخر سے آگے..........

سات سو گنا عطا فرماتے ہیں''۔ (المسائل المهمة : ۲/ ۱۳۳)

حج کس پر فرض ہے؟ حج مثلِ نماز، روزہ اور زکوۃ کے اسلام کا ایک رکن اور فرضِ عین ہے، تمام عمر میں ایک مرتبہ ہر اس شخص پر فرض ہے، جس کو حق تعالیٰ شانہ نے اتنا مال دیا ہو کہ اپنے وطن سے مکہ مکرمہ تک آنے جانے پر قادر ہو، اور اپنے اہل و عیال کے مصارف واپسی تک برداشت کر سکتا ہو، اور تمام شرائطِ حج اس میں موجود ہوں۔ (المسائل المهمة : ۲/ ۱۳٤)

بچوں کی شادی کی وجہ سے حج میں تاخیر کرنا: بعض لوگوں پر حج فرض ہو چکا ہوتا ہے مگر وہ اس لیے حج نہیں کرتے کہ گھر میں لڑکے لڑکیاں شادی کے قابل ہو چکی ہیں، ان کی شادیاں وغیرہ سے فارغ ہو جائیں گے پھر حج کرینگے، انکا یہ عمل شرعاً درست نہیں ہے، کیونکہ بچوں کی شادی کرنا ایسا عذر نہیں ہے جس کی وجہ سے فرض حج میں تاخیر یا التواء جائز ہو۔ (المسائل المهمة : ۲/ ۱٤٤)

بقیہ: صفحہ اوّل سے آگے......

تین براعظموں کے درمیان رابطہ کا ذریعہ ہے۔ جبل الطارق کا درہ بحر اٹلانٹک اور بحر متوسط کے درمیان واقع ہے۔ نہر سویز بحر احمر کو بحر متوسط سے ملاتی ہے۔ باب المندب کا درہ جو بحر احمر اور خلیج عدن کے درمیان وصل کا کام دیتا ہے۔ ملاکا کا درہ جو جزیرہ سوماترا کو جزیرہ نما ملایا سے الگ کرتا ہے۔ یہ سب تجارتی اور فوجی و حربی جگہیں ہیں جنھوں نے قدیم و جدید تاریخ کے ہر دور میں تجارتی راستوں اور فوجی حملوں کے نقطۂ نظر سے فیصلہ کن کردار ادا کیا ہے۔ اس کے علاوہ عالم اسلام میں ترکی و الجزائر سے لے کر افغانستان اور وسط ایشیائی ممالک تک جنگجو، طاقت آزما اور بہادر افراد کی کمی نہیں ہے۔ مغربی دنیا اب تک مختلف ذرائع سے سیاسی، سماجی، فوجی اور اقتصادی سطح پر مسلمانوں پر حاوی رہی ہے۔ لیکن ایک طرف مسلمانوں میں بیداری پیدا ہونے کے بعد انھیں یہ خوف لاحق ہو گیا ہے کہ اگر عالم اسلام کو کچھ لائق اور ژرف نگاہ قائد میسر آ گئے اور انھوں نے اپنی بکھری قوتوں کا استعمال کرنا سیکھ لیا تو وہ دن دور نہیں جب کہ مغرب کی قیادت کا طلسم چکنا چور ہو کر بکھر جائے گا اور عالم اسلام قیادت و جہاں بانی کی نئی بلندیاں طے کرتا ہوا نظر آئے گا۔ دوسری طرف اہل مغرب کو خود اپنے ملکوں میں پیر تلے زمین کھسکتی نظر آ رہی ہے، مسلمان پورے اسلامی تشخص اور تہذیبی شناخت کے ساتھ ہر میدان میں پورے یورپ و امریکہ میں اپنا وجود تسلیم کرا رہے ہیں۔ ان اسباب کے پیش نظر اگر یورپ میں 'اسلام سے خوف' (Islamophobia) کی لہر دوڑ گئی ہے تو یہ بے بنیاد نہیں۔

www.khanqah.in



بقیہ : صفحہ 2 سے آگے............

لیکن یہ ممکن نہ تھا کہ ان کی نظروں کے سامنے رعایا کا کوئی عام فرد بھی شب بھر بھوکا رہے، وہ اپنی ''رہائش گاہ'' سے ہزاروں میل دور رہنے والے کسی مسلمان کی بے حرمتی اور ظلم اور زیادتی پر تڑپ اُٹھا کرتے تھے۔

ان کے جذبِ محبت کو انگیخت کرنے کیلئے کسی شخص کا صرف مسلمان ہونا کافی تھا، خواہ وہ گورا ہو یا کالا، عربی ہو یا عجمی، مگر افسوس یہ ہے کہ عدل وانصاف اور حق وصداقت کی یہ قندیلیں ماضی کے قاصوں کی زینت بن کر رہ گئی ہیں اور ہمارا حال ان کی تابنا کی سے محروم ہوتا جارہا ہے۔

حکمرانوں کو تو رکھئے ایک طرف، اَب تو اپنی عوامی اور معاشرتی زندگی میں بھی ہم اعلیٰ اسلامی اخلاق سے محروم ہوتے جارہے ہیں اور ہمیں اپنا قدم بڑھانے کیلئے ماضی ہی کا سہارا لینا پڑتا ہے، ہماری زبانیں زیادہ سے زیادہ یہی کہہ پاتی ہیں کہ ہمارے اَسلاف معاملات میں سچ بولا کرتے تھے وہ دُنیا کا نقصان برداشت کر لیتے تھے لیکن دین کا نقصان کسی صورت برداشت نہیں کرتے تھے، ان کے کردار کی پختگی اور گفتار کی صفائی اسلام کے دُشمنوں کو اسلام کا داعی بنادیا کرتی تھی، وہ اسلام کی دعوت اور اشاعت پر اپنا سب کچھ نثار کردیا کرتے تھے، وہ مجاہد بن کر زندہ رہتے تھے اور مجاہدانہ سج دھج سے دُنیا سے رخصت ہوجاتے تھے۔

اپنے حال کو دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ ماضی ہمارا ماضی نہیں کسی اور قوم کا ماضی ہے ورنہ اتنا تنزل، اتنا تفاوت اور اتنا فاصلہ تو نہیں ہونا چاہیے تھا، کہاں آسمان کی بلندی کہاں زمین کی پستی؟ کہاں بہاروں کی پھبن؟ کہاں خزاؤں کی چبھن؟ کہاں گلوں کی خوشبو، کہاں غلاظت کی بو؟ کہاں انسانوں کی حکومت؟ کہاں بھیڑوں کا تسلط؟ کہاں رہبروں کی جماعت؟ کہاں رہزنوں کا ہجوم؟

لیکن ٹھہریئے! ایک استثناء کر لیجئے، اس ''تھے'' کو چند ماہ کیلئے ہم نے اس وقت ''ہیں'' میں تبدیل ہوتے دیکھا جب ماضی کے کارواں سے بچھڑے ہوئے چند افراد کو اللہ تعالیٰ نے حکمرانی کا موقع عطا فرمایا، ان کے جسموں پر پیوند زندہ لباس تھے، اور پیروں میں ٹوٹی ہوئی چپلیں، بھوک کی وجہ سے ان کے پیٹ کمر کے ساتھ لگے ہوئے تھے اور ان کے چہروں پر ایمان کی روشنی تھی، انہیں دیکھ کر قبطی بادشاہ مقوقس کے ان ایلچیوں کے وہ الفاظ یاد آجاتے تھے جو انہوں نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کے بارے میں اس وقت کہے تھے جب اس نے اُنہیں خط دے کر مسلمانوں کے پاس بھیجا تھا اور امیر لشکر نے اس مقصد کیلئے انہیں اپنے پاس دورات مہمان رکھا تھا تاکہ وہ مسلمانوں کے شب وروز کے معمولات اور ان کے جذبات وخیالات سے اچھی طرح واقف ہوجائیں۔ چنانچہ جب وہ مقوقس کے پاس پہنچے تو اس نے ان ایلچیوں سے پوچھا کہ تم نے ان مسلمانوں کو کیسے پایا تو اس کے جواب میں ایلچیوں نے کہا: ''ہم نے ایک ایسی قوم دیکھی ہے جس کے ہر فرد کو موت، زندگی سے زیادہ محبوب ہے، وہ لوگ تواضع اور انکسار کو ٹھاٹ باٹ سے زیادہ پسند کرتے ہیں، ان میں سے کسی کے دِل میں دُنیا کی طرف رغبت یا اسکی حرص نہیں ہے، وہ زمین پر بیٹھتے ہیں اور گھٹنوں کے بل بیٹھ کر کھاتے ہیں ان کا امیر ان کے عام آدمی کی طرح ہے، ان کے درمیان اونچے اور نچلے درجے کے آدمی پہچانے نہیں جاتے، نہ یہ پتہ چلتا ہے کہ ان میں آقا کون ہے اور غلام کون؟ جب نماز کا وقت آتا ہے تو ان میں سے کوئی پیچھے نہیں رہتا، وہ اپنے اعضاء کو پانی سے دھوتے ہیں اور نماز بڑے خشوع سے پڑھتے ہیں۔''

# دارالعلوم سواءالسبیل آپ کی خدمت.........؟

دارالعلوم سواءالسبیل کھانڈی پورہ کولگام جو محتاج تعارف نہیں، پچھلے تیس سال سے اپنی منزلیں طے کرتے آرہا ہے۔ الحمدللہ ہزاروں کی تعداد میں اُمت مسلمہ کے ایمان ویقین اور علم وعمل کو بحر علم وعرفان سے پانی پلاتا رہا، جس کے نتیجے میں سینکڑوں حفّاظ وعلماء اور ائمہ پوری وادی میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اللہ کے فضل وکرم سے روز بروز یہ علمی وایمانی تشنگی بڑھتی ہی جارہی ہے اور طلباء کی تعداد بھی بڑھتی جارہی ہے۔

لیکن دوسری طرف دارالعلوم سواءالسبیل میں طلباء کی رہائش کیلئے جگہ کی بہت زیادہ تنگی ہے۔ اس سلسلے میں اَب دارالعلوم میں کچھ تعمیراتی کام کا آغاز ہونے لگا، مسجد شریف کی تعمیر بھی زیرِ تکمیل ہے۔ اس سلسلے میں اہل خیر حضرات سے تعاوُن کی گذارش کی جارہی ہے، مثلاً: آپ اپنے والدین یا کسی رشتہ دار یا خود اپنے لئے صدقہ جاریہ کیلئے یہ کام کرسکتے ہیں کہ ☆ ایک کمرہ آپ اپنے ذمہ لے سکتے ہیں۔ ☆ کھڑکیاں اور دروازے کی لاگت آپ دے سکتے ہیں۔ ☆ سیمنٹ یا لوہا خود لا سکتے ہیں یا اس کی لاگت دے سکتے ہیں۔ ☆ آپ ایک کمرے کیلئے اینٹیں فراہم کرسکتے ہیں۔ ☆ آپ مزدوروں کی مزدوری دینے میں حصہ لے سکتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ یہ سارا کچھ آپ دو یا تین مرحلوں میں بھی ادا کرسکتے ہیں۔

آپ کے خیر اندیش۔ خدّام : دارالعلوم سواءالسبیل کھانڈی پورہ کولگام کشمیر

**CHAND SOLARS**
**NEAR J&K BANK, T.P. BRANCH KULGAM**
Cell No's: 9419639044, 9596106546

# پیرانِ پیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خطاب

تیری علیحدگی اور خدا سے غیر حاضر رہنے نے تجھ کو خدا کے ساتھ مغرور بنادیا اپنے غرور سے باز آجا اس سے پہلے کہ تجھ پر مار پڑے، ذلیل کیا جائے اور مسلط کردیئے جائیں، تجھ پر بلیات کے سانپ اور بچھو تو نے بلا کا مزہ نہیں چکھا پس ضرور ہوا کہ مغرور یعنی جو کچھ تیرے پاس ہے اس پر اترائے مت کہ یہ سب عنقریب جاتا رہے گا اللہ عزوجل فرماتا ہے یہاں تک کہ جب وہ لوگ اترائے اس مال ودولت پر جو ان کو دی گئی تھی تو ہم نے اچانک ان کو پکڑ لیا جو نعمتیں اللہ پاک کے پاس ہیں ان سے بہرہ یابی صبر ہی کی بدولت ہوسکتی ہے اور اسی لئے اللہ پاک نے صبر کی جگہ جگہ تاکید فرمائی ہے فقر اور صبر دونوں جمع نہیں ہوسکتے مگر مومن کے حق میں۔ جو بندے محبّ ہوتے ہیں وہ تکلیفوں میں مبتلا کئے جاتے ہیں، پس صبر کرتے ہیں اور ان کو نیک کاموں کا بلا کے ساتھ ساتھ الہام کیا جاتا ہے اور جو جو تکلیفیں ان کو ان کے رب کی طرف سے پہنچتی رہتی ہے وہ اس پر جمے رہتے ہیں اگر صبر نہ ہوتا تو تم مجھ کو اپنے اندر نہ دیکھتے میں گویا جال بنایا گیا ہوں جو پرندوں کا شکار کرتا ہے، رات بھر کیلئے میری آنکھیں کھولدی جاتیں اور دن میں میرے پاؤں سے جال چھڑا لیا جاتا ہے۔ درآنحالیکہ آنکھیں بند رکھی جاتی ہیں اور میرا پاؤں جال میں بندھا رہتا ہے (کہ کہیں جانہ سکوں اور نصیحت سے آزاد منشوں کو پابندِ شرع اور غلام حق بناتا رہوں) یہ تمہاری ہی مصلحت کیلئے ہے مگر تم پہچانتے نہیں اگر حق تعالیٰ کی موافقت (جو میرے ذمہ فرض ہے) نہ ہوتی تو کون عاقل ہے جو اس شہر میں بیٹھنا گوارا کرے اور اسکے باشندوں میں رہے کہ عام طور پر اس میں ریا ونفاق اور ظلم وشبہات وحرام کی کثرت ہے، حق تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکر گزاری اور نعمتوں سے فسق وفجور پر اعانت حاصل کرنا بڑھا ہوا ہے، کثرت سے وہ لوگ ہیں جو گھر میں بیٹھیں تو درماندہ بیکار بنیں اور دُکانوں پر آئیں تو بڑے پرہیز گار بنیں۔ کھانے پینے میں زندیق اور منبر پر آویں تو گویا صدیق ہیں، اگر حکم کا پابند نہ ہوتا تو میں بتادیتا جو کچھ تمہارے گھروں میں ہے لیکن میرے لئے ایک بنیاد ہے جس کو تعمیر کی ضرورت ہے اور میرے بہت کچھ (روحانی) بچے ہیں جو تربیت کے محتاج ہیں، (پس نصیحت وتبلیغ کی بنیاد پر اصلاح خلق کی تعمیر اور مریدوں کی تکمیل وتربیت کیلئے مجھ کو پردہ پوش بنایا گیا ہے کہ لوگ متوحش نہ ہوں اور پاس آکر منتفع ہوتے رہیں، جو میرے پاس ہے اگر اس میں سے کچھ بھی میں کھولدوں تو وہ میرے اور تمہارے درمیان مفارقت کا سبب بن جائے میں اس حالت میں جسکے اندر اسوقت ہوں انبیاء ومرسلین کی طاقت کا حاجتمند ہوں مجھ کو ضرورت ہے ان کے سے صبر کی جو آدم علیہ السّلام سے میرے زمانے تک گذر چکے ہیں، میں حاجتمند ہوں ربانی قوت کا، اے میرے اللہ لطف اور مدد کر اور رضا نصیب فرما۔ آمین

تو دُنیا میں رہنے اور یہاں کے مزے اُڑانے کیلئے پیدا نہیں ہوا، حق تعالیٰ کی ناراضیوں کی جس حالت میں تو مبتلا ہے اس کو بدل تو نے اللہ کی اطاعت میں صرف لا الٰہ الّا اللہ محمد رسول اللہ کہہ لینے پر قناعت کرلی ہے، حالانکہ جب تک اس کے ساتھ دوسری چیز (یعنی عمل کو) نہ ملائے گا یہ تجھ کو نافع نہ ہوگا۔ ایمان مجموعہ ہے قول کا اور عمل کا۔ ایمان نہ مقبول ہوگا اور نہ مفید جبکہ تو معصیتوں ولغزشوں اور حق تعالیٰ کی مخالفت کا مرتکب ہوگا اور اس پر اڑا رہے گا اگر نماز روزہ اور صدقہ اور نیکوکاریاں چھوڑیگا تو وحدانیت ورسالت کی محض گواہی کیا نفع دے گی؟ جب تو نے لا الٰہ الا اللہ کہا کہ کوئی معبود نہیں بجز اللہ کے تو توحید کا) مدعی تو بن گیا اب کہا جائے گا کہ بتا کوئی تیرا گواہ بھی ہے؟ وہ گواہ کیا ہے؟ حکم ماننا، ممنوعات سے باز رہنا، مصیبتوں پر صبر کرنا، اور تقدیر کے سامنے گردن جھکانا یہ اس دعوے کے گواہ ہیں اور یہ بھی حق تعالیٰ کیلئے اخلاص کے بغیر مقبول نہ ہوں گے کیونکہ کوئی قول قبول نہیں ہوتا بلا عمل کے اور کوئی عمل مقبول نہیں ہوتا بغیر اخلاص اور سنت کے موافقت کے۔ اپنے مال سے جو کچھ ہوسکے فقیروں کی غم خواری کرو۔ اگر کسی چیز کے دینے کی طاقت ہو خواہ ذرا سی ہو یا بہت سی تو سائل کو واپس نہ کرو۔ عطا کو محبوب سمجھنے میں حق تعالیٰ کی موافقت کرو، اور شکر گزار بنو کہ اس نے تم کو اسکا اہل بنایا اور عطا پر قدرت بخشی، تجھ پر افسوس ہے جب کہ سائل اللہ عزوجل کا ہدیہ ہے (جو تیرے پاس بھیجا گیا ہے) اور تو اس کو دینے پر قدرت بھی رکھتا ہے تو ہدیہ کو اسکے بھیجنے والے پر کس طرح رد کرتا ہے؟ میرے پاس بیٹھ کر تو سنتا اور روتا ہے اور جب فقیر آتا ہے تو تیرا قلب سخت بن جاتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ تیرا رونا اور کان لگا کر سننا خالص اللہ کے واسطے نہ تھا میرے پاس بیٹھ کر سننا اولاً باطن سے ہونا چاہیے، پھر قلب سے اس کے بعد اعضاء کو نیکوکاریوں میں مشغول کرنے سے، جب تو میرے پاس آیا کرے تو ایسی حالت سے آیا کر کہ اپنے علم اور عمل اور زبان اور نسب اور حسب سے یکسو ہوکر اور مال اور اہل کو بھولا ہوا ہو، میر سامنے بیٹھ کر ماسوائے اللہ سے قلب کو برہنہ بنا، یہاں تک کہ خدا اس کو اپنے قرب اور فضل واحسانات کا جامہ پہنائے۔ میر پاس آنے کے وقت جب تو ایسا کرے گا تو اس پرندا جیسا بن جائے گا جو صبح کو بھوکا اُٹھتا اور شام کو پیٹ بھر واپس آتا ہے (کہ توکل کے دسترخواں سے بلا کسب شکم سیر ہوتا ہے) حق تعالیٰ کے نور سے قلب کو منور بنا اور اسی لئے جناب رسول اللہ حضرت محمد مصطفٰے صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے، اے فاسق! ڈر مومن سے اور اپنے معاصی کی گندگی میں لتھڑا ہوا اسکے پاس مت آ کیونکہ وہ اللہ عزوجل کے نور سے اس حالت کو دیکھتا ہے جس میں تو ملوث ہے، وہ دیکھتا ہے تیرے شرک کو تیرے نفاق کو۔

www.khanqah.in

Vol. 14 No: 36 | 04 October 2013 | Friday

Printer,Publisher: Nizam-ud-din Qurashi
Associate Editor: Hafiz Mushtaq Ahmad Thakur
Postal Adress: Post Box No. 1390 G.P.O Srinager
Sub Office: Khandipora Katrasoo Kulgam Kashmir-192232
Phone No: 01931-212198
Mobile: 09906546004
Branch Office: Srinagar Ph: 2481821

Widely Circulated Weekly News Paper
MUBALLIG
Kashmir

Decl. No: DMS/PUB/627-31/99
R.N.I. No: JKURD/2000/4470
Postal Regd. No: SK/123/2012-2014
Posting Date: 05-10-2013
Printed at: Khidmat Offset Press Srinager
e-mail: muballigmushtaq@gmail.com
muballig_mushtaq@yahoo.com.in

# اسلام کی بنیادی تعلیمات سے واقفیت 12

اعداد وتقدیم:(مولانا)حذیفہ بن غلام محمد وستانوی
ناظم تعلیمات ومعتمد جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ اس ذات کی قسم جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کوحق کے ساتھ مبعوث فرمایا آپ نے مجھے کبھی میری غلطی پر برانہیں کہا، بل کہ اگرازواج مطہرات نے ملامت کی تو آپ نے روک دیااورفرمایا کہ تقدیر میں اسی طرح ہونا تھااسے کچھ نہ کہو۔آپ نے کبھی سونے کی جگہ میں برائی نہیں نکالی اگرآپ کے لیے بستر لگادیا جاتا تو آپ اس پر لیٹ جاتے ورنہ زمین پر آرام فرماتے۔

عقائد(۱۰)ایمان بالرسل: حضرات انبیاء ورسل پہ ایمان یہ بھی اسلام کے بنیادی واساسی عقائد میں سے ہے‘ قرآن حکیم نے ایمان باللہ،ایمان بالملائکہ ،ایمان بالکتب کے ساتھ ساتھ ایمان بالرسل کاحکم بھی دیا ہے انبیاءاللہ تعالیٰ کے احکام پراپنے اپنے علاقوں اورجگہوں میں اللہ تعالی کے احکامات کی تبلیغ کرتے رہے‘اپنی اپنی قوم کورشدوہدایت اورراہ مستقیم پرگامزن کرتے رہے‘انبیاء کی کل تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار کے لگ بھگ ہے‘ مگرہمیں قرآن حکیم کے توسط سے چندناموں کےعلاوہ کچھ علم نہیں ہے‘اللہ تعالی نے کچھ انبیاء کےنام ذکر کئے‘اورکئی انبیاء کےنام نہیں بتائے۔تمام انبیاء پرایمان ضروری ہے‘کسی ایک نبی کی تکذیب گویاتمام انبیاء کی تکذیب ہےاورکسی ایک کی تصدیق سب کی تصدیق ہے‘اسلام تمام انبیاءورسل پرایمان لانےکوضروری سمجھتاہے‘کوئی شخص کسی ایک رسول پہ ایمان لائے‘ دوسرے رسولوں پر ایمان نہ لائے تو ایسا شخص اسلام میں داخل نہیں ہوسکتا۔

جن انبیائے کرام کے اسمائے گرامی قرآن میں مذکور ہیں ان پر صراحتہً ایمان رکھناضروری ہے‘اوردیگروہ تمام ہی انبیاءجن کےاسماء سے ہم لاعلم ہیں،اورمنجانب اللہ انسانیت کی فوزوفلاح‘نجات اورکامیابی کے لیے مبعوث ہوئے ان پراتنا ایمان رکھنے کی تعلیم دی گئی ہے‘ کہ وہ سب کے سب صدق وصداقت کے پیکر تھے”لانفرق بین احدمنهم“ہم ان میں سے کسی کے درمیان تفریق نہیں کرتے۔اورکسی خاص شخص سے متعلق یہ کہنا کہ وہ نبی تھایا نہیں تھا‘ یہ فضول بحث ہے‘ کسی کے حق میں اورکسی کی مخالفت میں دلائل کے انبارلگانے کاحکم نہیں ہے‘دیگر پیروان مذاہب عجیب عجیب نام لیتے رہتے ہیں‘مثلاً ہندو‘سکھ‘ آریہ سماج‘ یہ بھی اپنے کوانبیاء کے پیروکار کہتے ہیں‘ہم ان کے پیشواؤں کوبرانہیں کہہ سکتے‘ہمیں حکم یہی ملاہے‘ کہ کسی کے پیشواکوبرابھلامت کہو‘ وہ تمہارے معبودکوبرابھلاکہیں گے۔

نبی اوررسول کامعنی: رسل‘رسول کی جمع ہے‘رسول‘رسالت سے ہے‘اس کا معنی بھیجنا اصطلاح میں اس کی تعریف یہ ہے”سفارۃبین اللہ وبین ذوی العقول لیزیل بهاعللهم ماقصرت عنه عقولهم من مصالح الدنیا والاخرۃ “(روایت حدیث‘علامہ تقی امینی )رسالت اللہ اورعقل والوں کے درمیان سفارت ہے‘تاکہ اللہ اس کے ذریعے ان کی بیماریاں زائل کردے‘اور دنیا وآخرت کی جن مصلحتوں کے سمجھنے میں ان کی عقلیں ناکام ہیں‘ان کی اطلاع دے۔(۲)رسول کامعنی ہے”الذی یتابع اخبار الذی بعثه“(لسان العرب )وہ شخص جواپنے بھیجنے ،والے کی خبروں کی اتباع کرتا ہے۔(۳)شریعت کی اصطلاح میں رسول کی تعریف یوں ہے”هو انسان بعثه اللہ تعالی الی الخلق لتبلیغ الاحکام“(کتاب التعریفات،جرجانی)رسول وہ انسان ہے،جس کواللہ تعالی نے تبلیغ احکام کے لیے مخلوق کی طرف بھیجا ہو۔حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا”انا رسو ل اللہ بعثنی الی العباد “(مسنداحمد)میں اللہ کارسول ہوں‘اللہ تعالی نے مجھے بندوں کی طرف بھیجا ہے

نبی کامعنی: نبی نبأ سے ماخوذ ہے،اس کامعنی ہے‘خبر‘۔اس لحاظ سے نبی کامعنی خبردینے والا‘ہرخبرکو”نبأ“نہیں کہتے بل کہ جس سے یہ تین باتیں حاصل ہوں وہ”نبأ“ ہے۔ا۔عظیم ۔۲یقین یا ۔۳ غلبہ ظن

> ”اللہ تعالیٰ اس قوم کی حالت کونہیں بدلتے جوقوم خوداپنے آپ کوبدلنے کیلئے تیارنہ ہو۔“یہ قرآن کریم کاارشاد ہے جوآج سے سوا چودہ سوسال پہلے فرمادیا تھا کہ اگرتم اپنے آپ کونہیں بدل سکتے تو تمہاری حالت بھی نہیں بدلے گی،اگرتم اپنے کرتوتوں کی وجہ سے پٹ رہے ہوتو پھرتمہاری پٹائی اس وقت تک ہوتی رہے گی جب تک تم اپنے کرتوت نہیں چھوڑوگے۔آج لوگ یہ کہتے ہیں کہ اتنی دعائیں کی گئیں،اللہ تعالیٰ سے اتنا مانگا گیا،لیکن ہماری دعائیں قبول نہیں ہوئیں،ہمیں فتح نہیں دی گئی اوردشمن کوفتح ہوگئی۔اس کی کیاوجہ ہے؟ یہاں تک کہ لوگوں کے ایمان متزلزل ہورہے ہیں، لوگوں کے دلوں میں یہ شکوک اورشبہات پیدا ہورہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری مددکوکیوں نہیں آیا؟ہماری مددکیوں نہیں کی؟

نبی کونبی کیوں کہاجاتاہے؟ ”وسمی نبیا لرفعه محله عن سائر النا س “(المفردات فی غریب القرآن‘علامہ اصفہانی )نبی کامقام تمام لوگوں سے بلند ہوتاہے‘اس لیےاس کونبی کہتے ہیں۔رسالت کی طرح نبوت بھی سفارت ہے ۔”سفارۃ بین اللہ وبین ذوی العقول من عبادہ لا زالة عللهم فی امر معادهم معاشهم“(المفردات فی غریب القرآن)دنیاوآخرت کےمعاملہ میں بندوں کی بیماریاں دورکرنے کے لیے اللہ اورعقل والوں کے درمیان سفارت ہے۔نبی کےاصطلاح معنی وہی ہیں جورسول کے ہیں۔”هو انسان بعثه اللہ تعالی الی ا لخلق لتبلیغ الا حکام“(روایت حدیث،علامہ تقی امینی )یعنی نبی وہ انسان ہوتا ہے‘جس کواللہ تعالی نے تبلیغ احکام کے لیےمخلوق کی طرف بھیجا ہو۔

رسول کےانکارکانقصان: حق تعالی نے اپنی ذات پرجس طرح ایمان لانے اورعقیدہ رکھنے کاحکم دیا۔اسی طرح اپنے رسولوں پر ایمان لانے کاحکم بھی دیا اوراسےکامل نیکی قراردیا”لیس البران تولوا وجوهکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من امن باللہ والیوم الا خر والملئکۃوالنبیین “یہاں ایمان باللہ کاذکرہے،یہاں آخرت کےدن پر ایمان کاذکرہے‘ یہاں ایمان بالملائکہ کاذکرہے،یہاں انبیاء پرایمان لانے کا ذکرہے‘اسی کوکامل نیکی قراردیا گیاہے۔جنہوں نے ان پرایمان واعتقادرکھاوہ دنیاوعقبیٰ میں سرفرازوشادکام ہوئے‘اورجن لوگوں نے احکامات الٰہیہ اورفرامین انبیاء سے سرتابی اورسرکشی کی انہیں تازیانہ عبرت بنادیا گیا‘ان کودنیامیں بھی رسواکیاگیا‘ آخرت کی بربادی اورحشرتوواضح ہے۔کتنی بستیاں ہیں جنہوں نے اللہ اوراس کےرسول کےحکم کےسامنےسرکشی کی۔توحق تعالی نے ان سےسخت حساب لیا‘اورانہیں سزائیں دی‘ آخرکاران کاانجام نامرادی وبربادی ہوا۔ارشاد ربانی ہے۔”وکاین من قریة عتت عن امر ربهاورسله فحاسبنها حسابا شدیداوعذابا نکرافذاقت وبال امرها وکان عاقبةامرهاخسرا“(الطلاق)

جولوگ اللہ پرایمان نہیں رکھتے،اس کے رسولوں پرایمان نہیں رکھتے،ان کے مذموم عزائم اورمقاصد یہ ہیں کہ کسی طرح اللہ اوراس کےرسولوں میں تفریق کی جائےاورپھروہ یوں کہیں کہ ہم بعض احکام کومانیں اوربعض کوچھوڑ دیں، اور پھراس کے درمیان کوئی راستہ تلاش کریں،تو ایسے لوگ قطعی کافر ہیں۔حق تعالی نے کافروں کیلئے رسواکن عذاب تیارکررکھا ہے۔

ایک شخص کہتا ہے کہ میں خداکو مانتاہوں،اس کے آثارقدرت کو مانتاہوں،اس کی تمام کرشمہ سازیوں کومانتاہوں،اس کے کسی حکم کے آگےسرکشی نہیں کرتا،اس کی نافرمانی نہیں کرتا،مگراس کے فرستادوں کونہیں مانتا،ان کی باتوں کونہیں مانتا،ان کی احادیث کاقائل نہیں ہوں،ان کی رسالت کونہیں مانتا،تو ایساشخص کبھی بھی کسی حال میں مسلمان نہیں ہوسکتا،وہ یوں کہتا ہے کہ میں لا الہ الا اللہ کو مانتاہوں،مگرمحمد رسول اللہ کونہیں مانتا،کلمہ کی ایک شق کااقرارکرتا ہے،مگر دوسری سےراہ فراراختیارکرتا ہے،تو یہ شخص مسلمان نہیں ہوسکتا،ایک شخص توحید ربانی کاقائل ہے،مگررسالت کامنکر ہے‘تووہ مسلمان نہیں ہوسکتا۔

مقتدی کاامام کےسراٹھانے کے بعدرکوع میں شامل ہونا: بعض امام رکوع سےقومہ میں منتقل ہوجانے یعنی رکوع سےسراٹھانے کے بعدتکبیرِ انتقال یعنی”سمع اللہ لمن حمدہ“ کہتے ہیں،اس صورت میں جن لوگوں نے امام کےرکوع سے سراٹھانے کے بعداسکی اقتدا کی ان کووہ رکعت نہیں ملی،اس لیےان پرلازم ہے کہ وہ امام کےسلام پھیرنے کے بعداس چھوٹی ہوئی رکعت کوپڑھ لیں۔

**نوٹ**: ائمہ حضرات تکبیراتِ انتقال کاپوراپوراخیال رکھیں کہ جہاں انتقال کا آغازہووہیں سے تکبیرِ انتقال بھی شروع کریں اور جہاں انتقال ختم ہووہیں تکبیرِ انتقال بھی ختم کریں۔خصوصاًرکوع میں کیونکہ اگرامام رکوع سےسراٹھانے کے بعد تکبیر کہےگاتو جس مقتدی نےاس کونہیں دیکھاوہ یہ سمجھ رہاہے کہ امام رکوع ہی میں ہےاور مجھےرکعت مل چکی ہے،جبکہ یہ خلافِ واقعہ ہےاورچھوٹی ہوئی رکعت کے نہ پڑھنے سےنمازصحیح نہیں ہوگی۔(المسائل المهمة : ۲/ ۱۱۶)

حج کب فرض ہوتاہے؟ اگرکسی آدمی کی مالی حیثیت اتنی ہوکہ بیوی کامہراداکرنے کے بعداہل وعیال کےخرچ کے بعد بہ آسانی حج کےاخراجات پورے ہو سکتے ہیں،تواس پرحج فرض ہوجاتا ہے،گویہ سمجھے کہ حج کے مصارف برداشت کرنے سےحج کے بعدمیری حالت صفرہوجائیگی،کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کاارشاد ہے:”حج میں جوکچھ بھی خرچ ہوتا ہےاللہ رب العزت اس کےعوض //

بقیہ صفحہ نمبر6پر......